بیاد

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

دارالعلوم حقانیہ

اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

الحق

ماھنامہ

صفر المظفر ۱۴۲۳ھ / اپریل ۲۰۰۲ء

مُدیر مسئول
مولانا سمیع الحق

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی طرف سے ایک عظیم علمی و تحقیقی تحفہ

جامعہ حقانیہ کے جید علمأ کرام مفتیان عظام کی نصف صدی کی کاوشوں کا شاہکار

فتاوٰی حقانیہ

تین ہزار چھ سو صفحات **چھ جلدوں میں**

فتاوٰی اور فقہ کی دنیا میں ایک مبارک اور دلاویز اضافہ یعنی جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے فتاوٰی جو کہ ہزاروں مسائل، فقہی جزئیات، علمی تحقیقات اور دیگر بے شمار خصائص ونوادرات پر مشتمل ہے جس کا برسوں سے انتظار کیا جارہا تھا اور علمأ ومفتیان کرام دانشور حضرات اور طلبأ اس کیلئے چشم براہ تھے۔

اعلیٰ ترین کاغذ و طباعت و جلد بندی

الحمدللہ شائع ہو چکا ہے۔ قیمت : -/2300 روپے

مدارس عربیہ طلبأ، علمأ کیلئے خصوصی رعایت 45%

جلد اول فقہ اور فتاوٰی کے مآخذ، عقائد ایمانیات فرق اسلامیہ، فرق باطلہ سائنس اور اسلام، تجدد والحاد وغیرہ

جلد دوم اجتہاد، بدعت، علم، تفسیر وحدیث، سلوک، سیاست، کراھیۃ واباحۃ، حقوق النساء اور طہارت

جلد سوم صلوۃ، عشر وزکوۃ، جدید معاشی مسائل **جلد چہارم** زکوۃ، صوم، حج، نکاح اور طلاق

جلد پنجم نفقات ایمان ونذر، وقف، حدود، تعزیرات، اشربۃ، قصاص ودیۃ، جہاد، قضاء، شہادۃ۔ قسمہ واکراہ

جلد ششم بیوع، ربا، رھن، اجارہ، شرکۃ، مضاربۃ، وکالۃ، حوالہ، ھبۃ، غصب، احیاء الموات، مزارعۃ، ذبائح، اضحیۃ، وصیت اور فرائض

خصوصیات

موت ومابعد الموت اور حیات دنیوی سے متعلق تمام مسائل میں شریعت کی رہنمائی

اس فتاوٰی میں سوالات کے جوابات پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ ہر جواب کیساتھ کتب احادیث، تفاسیر اور معتمد فقہی ذخائر سے حوالہ جات بھی درج ہیں۔ قدیم وجدید مسائل اور ان کے جوابات، عصر حاضر کے ایسے جدید مسائل جو کہ معرکۃ الاراء ہیں اور ساتھ ساتھ نئی سائنسی تحقیقات، ٹیکنالوجی اور انٹرنیٹ وکمپیوٹر وغیرہ سے جو نئے مسائل پیدا ہوئے ہیں اسکے متعلق بھی انتہائی معلومات افزاء مواد اس میں شامل ہے۔ دارالعلوم سے یا قریبی مارکیٹ سے فوری طلب فرمائیں۔

ناشر : جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

جلد نمبر --- 37
شمارہ نمبر --- 7
صفر المظفر ۱۴۲۳ھ
اپریل ۲۰۰۲ء

مدیر اعلیٰ	نگران	مدیر
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ	حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ	حافظ راشد الحق سمیع حقانی

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز: اسرائیل اور امریکہ کی فلسطینیوں کے خلاف مشترکہ دہشت گردی اور عالم اسلام کی بے حسی و بیچارگی، صدارتی ریفرنڈم یا امریکی عزائم و ایجنڈے کی تکمیل، عظیم جہادی رہنما اور سپہ سالار حضرت مولانا محمد نبی محمدیؒ کی رحلت .... راشد الحق سمیع ۲

مولانا محمد نبی محمدیؒ کی سانحہ ارتحال پر تعزیتی خطاب .... مولانا سمیع الحق مدظلہ ۷

تنبیہ الزوجین .... ڈاکٹر سید زاہد علی واسطی ۹

اجتہاد وقت کی اہم ضرورت .... مولانا محمد عیسیٰ منصوری ۲۱

اسلام میں آزادی اظہار کی حدود .... ڈاکٹر محمد افتخار کھوکھر ۳۷

انہدام بابری مسجد .... مولانا مجاہد الحسینی ۴۴

اسلام میں خواتین کے حقوق .... اکرام اللہ جان قاسمی ۴۷

شب و روز .... جناب شفیق الدین فاروقی ۵۹

تبصرہ کتب .... م۔ا۔ف ۶۲

ماہنامہ الحق دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر: 630435 , 630340 -(0923)

ای میل نمبر: E-Mail : haqqania@nsr.pol.com.pk Or haqqania@hotmail.com

سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ =/20 روپے سالانہ =/200 روپے، بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر

پبلشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور

نقش آغاز

راشد الحق سمیع حقانی

اسرائیل اور امریکہ کی فلسطینیوں کے خلاف مشترکہ دہشت گردی اور عالم اسلام کی بے حسی و بیچارگی

زخم زخم اور دھواں دھواں سرزمین فلسطین پر ان دنوں آگ وخون کی ایسی بارش اسرائیل اور امریکہ برسا رہا ہے کہ اس ظلم اور بربریت پر زمین وآسمان دونوں خون کے آنسو بہا رہے ہیں لیکن عالم اسلام اور بالخصوص عالم عرب اپنے ہی مسلم بھائیوں اور بہنوں پر یہود ونصاریٰ کی بپا کردہ قیامت سے بیگانہ اور خواب غفلت میں حسبِ سابق مستِ الست پڑے ہوئے ہیں۔ ذرائع ابلاغ اور خصوصاً عرب نیوز چینلز پر فلسطینیوں کے بچے اور بوڑھی مائیں عالم اسلام اور خصوصاً عرب حکمرانوں کو پکار پکار کر تھک گئے ہیں اور عربوں کو غیرت دلاتے دلاتے ان کی آنکھوں کے آنسو بھی خشک ہو گئے ہیں لیکن کہیں سے کوئی ان کی مدد کے لئے نہیں پہنچا۔ اور کسی بھی کونے اور سمت سے محمد بن قاسمؒ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ ان کی نصرت کے لئے نہیں آیا۔ ظالم اسرائیلوں نے اس بار نہتے اور معصوم فلسطینیوں پر جدید ترین امریکی لڑاکا طیاروں اور ٹینکوں کی مدد سے وہ آگ برسائی ہے کہ فلسطین کے بڑے بڑے اہم شہروں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی ہے' ہزاروں افراد کو شہید کیا گیا' سینکڑوں کو اس بار زندہ بھی جلا دیا گیا ہے (اس میں ڈاکٹرز نرسز اور امدادی کارکن بھی شامل ہیں۔) درجنوں افراد کو ٹینکوں کے نیچے کچلا جارہا ہے اور بے گناہ قید کئے گئے' سینکڑوں نوجوانوں کو بے دردی کے ساتھ ذبح کیا جارہا ہے۔ لیکن اس بدترین دہشت گردی اور بربریت پر امریکہ اور اس کے حواری نہ صرف خاموش بلکہ خوش ہیں اور امریکہ اسرائیل کی مکمل حمایت اور تحفظ دینے کے لئے بڑی بے شرمی کے تمام عالمی فورمز پر اس کے ساتھ کھڑا ہے اور کولن پاول اور صدر بش سمیت تمام امریکی اعلیٰ عہدے دار فلسطینیوں ہی کو اپنے بیانات میں مجرم اور دہشت گرد ٹھہرا رہے ہیں اور اسرائیلی ظالمانہ اقدامات کو نہ صرف جائز بلکہ تحفظ کے لئے ضروری قرار دے رہے ہیں۔ اس لئے اسرائیل دن بدن تقریباً سارے فلسطین پر قابض ہو چکا ہے اور اب اس کی افواج تمام اہم شہروں اور علاقوں پر مسلط ہے۔ یورپی یونین سمیت تمام اہم فورمز نے یہودیوں کی مذمت کی ہے اور انہیں فلسطینی علاقوں سے پے جانے کا کہہ دیا ہے لیکن اسرائیل کو کسی کی پرواہ نہیں کیونکہ اس کو امریکہ کی مکمل تائید وحمایت حاصل ہے۔ پھر اس کا اصل حریف عالم اسلام اور عالم عرب بھی اس بربریت پر حسب سابق گنگ ہے اور وہ امریکہ جو اس تمام فساد اور قتل عام کی جڑ ہے اور

جو واضح طور پر جانبداری کا مظاہرہ کر رہا ہے سے کوئی بھی متفقہ طور پر مطالبہ نہیں کر سکتے اور نا ہی اس سے احتجاج کرنے کی جرأت کرتے ہیں اور نا ہی اس کو تجارتی، سیاسی، سفارتی، معاشی تعلقات توڑنے کی دھمکی دیتے ہیں۔ درحقیقت سب مسلم حکمرانوں کو اپنے اقتدار اور مفادات عزیز ہیں، اسی لئے سب کی غیرتیں مر چکی ہیں اور یہ آخری فلسطینی کے مرنے کا انتظار کر رہے ہیں تاکہ ہمیشہ کے لئے اس مسئلے سے ان کی جان چھوٹ جائے۔

معلوم نہیں کہ مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ کا سورج کب طلوع ہوگا اور کب صدیوں پر محیط یہ ظلم کی سیاہ رات ڈھلے گی؟ خطہ ارض تو خونِ مسلم سے سارا لہولہان ہو چکا ہے اور ظالم تو اپنے سارے ہنر اور گُر آزما چکا ہے۔ مسلمان حکومتوں کی پابندیوں بے حمیتی اور امریکی غلامی کے باعث عالم اسلام کے تمام غیور مسلمان اپنے فلسطینی بھائیوں کی کچھ بھی مدد نہیں کر سکتے اور نا ہی ان کے شانہ بشانہ یہودیوں کے خلاف جہاد کر سکتے ہیں۔ یہ کس قدر باعث افسوس ہے اور ہم بھی صرف فلسطینیوں کو اپنے ناتواں قلم کی سیاہی، چند بے ربط سطروں اور جلے دل کی قاشوں کے علاوہ کچھ بھی پیش نہیں کر سکتے اور نہ ہی ہماری آہِ نارسا میں وہ گرمی اور وہ تب و تاب ہے جو درِ قبولیت تک پہنچ سکے پھر بھی اے خداوند! یہ دعا ہے کہ تو ہی اپنے مظلوم فلسطینی بندوں کی حمایت اور مدد فرما اور ظالموں سے انہیں خلاصی دے اور عالمِ اسلام کے بے غیرت و بے حمیت حکمرانوں سے عالمِ اسلام کو ہمیشہ کے لئے نجات عطا فرما! امین۔

صدارتی ریفرنڈم یا امریکی عزائم و ایجنڈے کی تکمیل

ملک و ملت کی قسمت و صدارت اور دیگر اعلیٰ ملکی عہدوں پر پہلے سے قابض حکمران جنرل پرویز مشرف نے اپنے اقتدار کو مزید پانچ سال طوالت دینے کے لئے ریفرنڈم کا انعقاد 30 اپریل کو کیا۔ صدارتی ریفرنڈم کے لئے قومی خزانے سے کئی ارب روپے کی خطیر رقم بھی منظور ہوئی اور یہ رقم ناظمین اور حکومتی عہدے دار پرویز مشرف کے جلسوں کی رونق دوبالا کرنے کے لئے پانی کی طرح بہا چکے ہیں۔ اس کے علاوہ ملک کے تمام سرکاری ادارے اور حکومتی افراد بھی ملکی ذرائع اور روپے ریفرنڈم کی کامیابی کے لئے استعمال کر چکے ہیں۔ یہ سب غیر آئینی، غیر اخلاقی اور غیر شرعی تصرفات ملک و ملت کی ''بہتری اور قومی مفاد'' کے نام پر کئے گئے اور طرفہ تماشہ یہ کہ عوامی جلسوں میں صدر صاحب ماضی کے حکمرانوں کی کرپشن کا ذکر بھی ''ذوق و شوق'' سے بیان کرتے رہے اور پہلے حکمرانوں کو لٹیرے، بدمعاش، کرپٹ اور ڈاکو وغیرہ کہا گیا جو کہ اپنی جگہ بالکل صحیح ہے۔ لیکن کیا موجودہ حکمران طبقہ بھی انہی سابقہ حکمرانوں کی ڈگر پر رواں دواں

نہیں ہے؟ اربوں روپے ایک غریب اور مقروض قوم کے اپنے ذاتی مفاد و اقتدار کے لئے لٹائے گئے کیا یہ کرپشن اور بدعنوانی نہیں؟ اور کیا کچھ جو آئین و عدلیہ کے ساتھ موجودہ حکمرانوں کے دور حکومت میں برتا جارہا ہے کیا وہ پہلے حکمرانوں کی بنسبت زیادہ برے اور ماوراء آئین اقدامات نہیں ہیں؟ اس کے علاوہ ریفرنڈم کے مخالف ناظمین کو ڈرایا اور دھمکایا گیا کہ وہ سیاسی جماعتوں کے ساتھ تعلق کا اظہار نہ کریں۔ لیکن جب یہی ناظمین صدر مشرف کی حمایت کریں تو کیا یہ سیاسی وابستگی نہیں؟ اس کے ساتھ ساتھ وکلاء تنظیموں اور سیاسی جماعتوں کے احتجاج پر حکومت کا یہ موقف رہا کہ ابھی معاملہ سپریم کورٹ میں چل رہا ہے لہذا آپ اس کے خلاف احتجاج اور اختلاف نہ کریں لیکن دوسری جانب عدالتی فیصلہ سے قبل حکومت نے اپنی تمام تر توانیاں وتیاریاں ریفرنڈم کے انعقاد پر مرکوز رکھیں کیا یہ توہین عدالت کے زمرے میں نہیں آتا؟ ایسا محسوس ہورہا ہے کہ اس ملک میں قانون' اصول' ضابطے' اخلاقی اقتدار اور جمہوری روایات کا سرے سے وجود ہی نہیں اور پوری قوم حکمرانوں کے سامنے پتھروں کا ایک بے حس ڈھیر ہے جسے حکمران بے دردی کے ساتھ روند رہے ہیں۔

جبکہ حقائق یہ ہیں کہ ملک وملت کی اکثریت اس صدارتی ریفرنڈم کی بدترین مخالف تھی۔ اس کی تصدیق بین الاقوامی ذرائع ابلاغ بھی کرچکے ہیں کہ نوے فیصد سے زائد عوام ریفرنڈم کے خلاف ہیں۔ اور ملک کی تمام اہم سیاسی جماعتیں بھی اس کی مخالفت میں پیش پیش رہیں اور مذہبی جماعتوں کی تنظیم ''متحدہ مجلس عمل'' نے تو باقاعدہ اس کے خلاف سیاسی جدو جہد بھی کی۔ اس کے علاوہ ملک کی تمام وکلاء تنظیموں نے بھی اس غیر آئینی ریفرنڈم کو تسلیم کرنے سے صاف انکار کیا۔ لیکن اس کے باوجود حکمرانوں کو یہ زعم باطل ہے کہ ملک کی تمام رعایا حکمرانوں کے ساتھ ہے۔ اسی لئے گورنر پنجاب نے واضح اعلان کردیا کہ ریفرنڈم صدر مشرف جیت چکے ہیں اب صرف ''رسمی کاروائی'' باقی ہے۔ تو جناب گورنر صاحب یہ تو پوری دنیا اور قوم جانتی تھی کہ صدارتی ریفرنڈم کے نتائج کیا ہوں گے؟ اور ماشاء اللہ اب کے بار تو مشرف صاحب ماضی کے حکمرانوں سے بھی زیادہ عوامی تائید وحمایت ''پردۂ غیب'' کی مدد سے حاصل کرگئے۔ لیکن جب حکمرانوں کو بھی یہ یقین محکم تھا کہ عوامی تائید وحمایت انہیں بھرپور حاصل ہے تو پھر اس غریب اور مقروض عوام کے اربوں روپے کیوں ریفرنڈم کے نام پر ضائع کئے گئے؟

پھر ملک میں ایسی کون سی طاقت بچی ہے جو صدر صاحب سے یہ پوچھنے کی جرأت کرے کہ آپ کو عوامی تائید وحمایت کا سرٹیفکیٹ حاصل ہے کہ نہیں؟ اور آپ نے آئین کی کس شق کے مطابق ایک منتخب کردہ صدر کو بغیر استعفیٰ دیئے ایوان صدر سے نکال دیا اور خود صدارت کی شاہی قبا زیب تن کرکے غیر آئینی صدارت کا حلف لے لیا؟ پھر ریفرنڈم تو کسی اہم ترین قومی ایشو (issue) پر کرایا جاسکتا ہے لیکن یہ آئین میں کہیں بھی درج نہیں کہ اقتدار پر پہلے سے قابض شخص اپنے ہی اقتدار کو مزید طوالت دینے کے لئے ریفرنڈم کرسکتا ہے۔ (اگر پہلے سے اس کی ایک دو غلط

مثالیں موجود ہیں تو یہ جواز کے لئے کوئی سند اور ثبوت نہیں) یہ سراسر آئین پاکستان کی خلاف ورزی ہے۔ پھر سرکاری فوجی وردی کے ہوتے ہوئے کسی سیاسی عہدے کا حصول بھی مکمل طور پر غیر آئینی ہے۔ معلوم نہیں کہ ملک کی عدلیہ کی آنکھوں پر کون سی پٹی چڑھی ہوئی ہے کہ ایک شخص تپتے ہوئے سورج کی موجودگی میں سفید دن کو سیاہ رات کہہ رہا ہے اور ملک کی اعلیٰ ترین عدالتیں اور اصحاب عقل و بصیرت اس تماشے پر خاموش ہیں یہ کہاں کا انصاف ہے؟ یہ کہاں کی جمہوریت ہے؟ اور یہ کہاں کے اصول ہیں؟

دراصل یہ ریفرنڈم امریکہ کی ضرورت تھا کیونکہ انہیں ابھی اپنا ایجنڈا حکمرانوں کے ذریعے پایہ تکمیل تک پہنچانا ہے۔ کیونکہ ابھی بہرحال اس ملک کا کچھ نہ کچھ اسلامی تشخص اور نظریہ قائم و دائم ہے اور یہاں کے لوگ ابھی تک سیکولر نہیں ہوئے اور ان میں دینی غیرت و حمیت کا عنصر بھی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے اور یہاں سے ہمیشہ جہاد و حریت کی تحریکیں بھی پروان چڑھی ہیں لہذا جب تک پاکستان کے اسلامی کلچر' دینی مدارس' مذہبی اور جہادی تنظیموں کے اثر و رسوخ کو ختم نہ کیا جائے تو اس وقت تک پاکستان امریکہ کے نیو ورلڈ آرڈر کیلئے ایک مستقل خطرہ رہے گا۔ اسلئے امریکہ موجودہ حکمرانوں کے ریفرنڈم' ان کی چیف آف آرمی سٹاف کے عہدے کی بدولت اور آئندہ کی سلیکٹیڈ (selected) پارلیمنٹ کے ذریعے مستقبل میں ایسے اقدامات کرنے کی کوشش کرے گا جو ملک و ملت کیلئے انتہائی تباہ کن ہوں گے اور ملک کو ترکی' الجزائر اور وسط ایشیائی مسلم ریاستوں کی طرح ایک بے دین اسٹیٹ بنایا جائے گا جو کہ نظریہ پاکستان اور ملک کے آئین و دستور کیلئے موت سے بڑھ کر ہوگا۔ اگر اس وقت قوم نے حمیت اور سیاسی بیداری کا ثبوت نہ دیا تو صدیوں کی بزرگوں کی محنت رائیگاں چلی جائے گی۔

پھر اس صدارتی ریفرنڈم کے صرف چند درباری اور ذاتی مفادات کے غلام حامی تھے اور یہی صدر صاحب کا مکمل سیاسی ''اثاثہ'' ہے۔ ان کا ماضی اور ان کا کردار بھی روزِ روشن کی طرح سب کے سامنے عیاں ہے۔ ان گندے انڈوں کے ڈھیر پر بیٹھے ہوئے حکمرانوں کو پھر بھی اپنی قبا و دامن کی پاک دامنی پر بڑا ناز ہے اور خود کو کرپشن اور سیاسی اقرباء پروری سے بھی مبرا سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ ان کی بھول ہے کہ اقتدار کی دیوی ان پر ہمیشہ مہرباں ہوگی اور یہ ہمیشہ اقتدار کے سایہ عافیت میں خراماں خراماں موج اڑاتے پھریں گے۔ موجودہ حکمرانوں سے پہلے بھی بڑے بڑے طاقتور حکمران اور سیاستدان بڑے طمطراق اور تزک و احتشام کے ساتھ مسندِ اقتدار پر بزعم خود ہمیشہ کے لئے جلوہ افروز ہوئے تھے لیکن آج ذرا تاریخ کے اوراق اٹھائیے اور قبرستانوں میں جا کر دیکھئے تو ان کے بونے کرداروں اور بوسیدہ مزاروں پر کس قدر مٹی اور سیاہی چڑھی ہوئی ہے۔ آج نہ وہ اقتدار ہے اور نہ وہ جاہ و حشمت۔ کوئی حکمران تختہ دار پر چڑھایا جا چکا ہے تو کسی کو زندہ جلا دیا گیا ہے کسی کو بے چارگی اور خطرناک بیماریوں نے دبوچ لیا ہے تو کوئی دیارِ غیر میں دربدر کی ٹھوکریں کھا رہا ہے اور کل جو جلسوں میں حکمرانوں کی مائیک پر میں میں اور انا انا کی بلند اور گرجدار آوازیں گونجتی تھیں

آج وہ کیوں گنگ ہیں ؟ اور جن تنے ہوئے سروں پر پیچ دار شملے اور مرصع سجیلے تاج تھے آج ان کی ننگی کھوپڑیوں میں کیڑے رینگ رہے ہوں گے ۔ تاج وتخت اور اقتدار اور طاقت کے نشے سے سرشار حکمران آج مذہبی جماعتوں کو بھی دھمکیاں دے رہے ہیں اور سیاسی جماعتوں کو بھی جوتے کی نوک پر رکھے ہوئے ہیں اور رعایا کو مویشیوں کا ایک ریوڑ سمجھ رہے ہیں لیکن انہیں اپنے پیشرووں کے ماضی پر ضرور ایک نظر ڈالنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ کے عروج وزوال کے قانون کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے ۔ ایسا نہ ہو کہ ان کا انجام ان تمام سابقہ حکمرانوں سے بھی زیادہ حسرتناک اور مثالی نہ بن جائے ۔

عظیم جہادی رہنما اور سپہ سالار حضرت مولانا محمد نبی محمدیؒ کی رحلت

جہادِ افغانستان میں عظیم تاریخی کردار کی حامل اور نامور علمی، ادبی اور روحانی شخصیت حضرت مولانا محمد نبی محمدی بروز پیر 22 اپریل 2002ء کو عصر کے وقت طویل علالت کے بعد انتقال فرما گئے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت مولانا مرحومؒ واقعتاً ایک عہد ساز انسان تھے، آپ نے ابتدائی زندگی تعلیم وتعلم، سیاسی جدوجہد، درسِ حریت و آزادی اور دین واسلام کی سربلندی کے لئے صرف کی ۔ آج سے ۳۳ سال قبل آپ اپنے علاقے لوگر سے ظاہر شاہ کی پارلیمنٹ کے لئے منتخب ہوئے اور آپ نے وہاں شاہ کی دین سے بیزاری اور کمیونزم کے اثر ونفوذ کے خلاف بھرپور آواز اٹھائی ۔ پھر اس کے بعد جب روسی استعمار افغانستان پر قابض ہوا تو آپ نے بالکل اوائل میں ہی اس کے خلاف عسکری اور سیاسی جدوجہد کا آغاز کیا ۔ یہ آپ کی بے لوث قیادت ہی تھی کہ تھوڑے ہی عرصے میں آپ کے پرچم تلے لاکھوں حریت کے پروانے دیوانہ وار جمع ہونا شروع ہو گئے اور ان میں اکثریت علماء اور طلباء کی تھی ۔ اس وقت انتہائی نامساعد حالات اور وسائل و ذرائع کے بغیر آپ کی جدوجہد دن بدن پروان چڑھتی رہی اور یہ حقیقت ہے کہ آپ کی جماعت حرکت انقلاب اسلامی افغانستان نے حقیقتاً روس کے خلاف عملی جہاد کیا ۔ پھر بعد میں جب افغان لیڈروں کے درمیان خانہ جنگی اقتدار کے حصول کیلئے شروع ہوئی تو آپ مکمل طور پر اس قتل عام سے الگ تھلگ رہے اور کسی بھی دھڑے کا ساتھ نہیں دیا ۔ لیکن ان تمام حالات پر آپ انتہائی کبیدہ خاطر تھے پھر بعد میں جب اچانک تحریک طالبان اللہ تعالیٰ کی مدد سے شروع ہوئی تو آپ نے اس کی نہ صرف بھرپور تائید وحمایت کی بلکہ اپنی تنظیم کو بھی اس میں ضم کردیا ۔ یہاں یہ انکشاف بھی ضروری ہے کہ تحریک طالبان کے بانی اور افغانستان کی سابقہ امارت اسلامیہ کے امیر المومنین ملا محمد عمر مدظلہ اور مولانا احسان اللہ شہید کا تعلق بھی آپ ہی کی تنظیم سے ہے اور آپ نے آخر دم تک تحریک طالبان افغانستان کی بھرپور معاونت اور سرپرستی فرمائی ۔ حضرت مولانا مرحومؒ کی شخصیت کا ایک امتیازی وصف آپ کی

دریا دلی اور سخاوت بھی تھی۔ آپ سے جب بھی علماء وطلباء ملتے تو ضرور ان کا اکرام اور مالی معاونت فرماتے اور اس طرح عام لوگوں اور ملاقاتیوں کے ساتھ بھی آپ کا یہی وطیرہ رہتا۔

حضرت مولانا مرحومؒ کا بانی و مہتمم دارالعلوم حقانیہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہ کے ساتھ ایک مثالی تعلق تھا۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہ کے سانحہ ارتحال کے بعد آپ کا تعلق حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کے ساتھ بھی برابر جاری رہا اور دارالعلوم حقانیہ کے سالانہ عظیم الشان جلسہ ہائے دستار بندی میں آپ باقاعدگی کے ساتھ تشریف لاتے اور اختتامی دعا فرماتے اس طرح آپ نے اپنے فرزندوں مولوی محمد نعیم شہید اور مولوی محمد نقیب محمدی کو بھی یہاں دارالعلوم میں حصول تعلیم کے لئے بھیجا تھا جو آپ کے دارالعلوم پر بھرپور اعتماد کا مظہر ہے۔ راقم السطور کے ساتھ بھی حضرت مرحومؒ کا خصوصی تعلق تھا اور تادمِ آخر شفقت ومحبت سے نوازتے رہے۔

حضرت مولانا مرحومؒ کی نماز جنازہ میں ہزاروں علماء، صلحاء، طلباء، مجاہدین اور عامۃ المسلمین نے شرکت کی اور آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا احمد نبی کو آپ کا جانشین مقرر کیا گیا۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا احمد نبی کو آپ کا صحیح جانشین بنائے۔ آخر میں ہم ان کے تمام پسماندگان خصوصاً میرے محترم برادر مولانا محمد شریف محمدی ومولوی محمد نقیب اور مولانا محمد سعید ہاشمی کے ساتھ دلی تعزیت کرتے ہیں اور ان کے ساتھ اس عظیم غم میں برابر کے شریک ہیں۔

یا ایتھا النفس المطمئنۃ ○ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیہ ○ فادخلی فی عبادی ○ وادخلی جنتی۔

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کا حضرت مولانا محمد نبی محمدیؒ کی وفات پر تعزیتی خطاب

ضبط وترتیب: مولانا حافظ محمد عرفان الحق حقانی، مدرس جامعہ حقانیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال اللہ تعالیٰ : کل من علیھا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذو الجلال و الاکرام ۔ قال رسول اللہ ﷺ موت العالم موت العالم

روئے زمین کے تمام جاندار اشیاء پر آخر کار موت طاری ہوگی ازلی اور ابدی ذات تو وحدہ لاشریک کی ذات ہے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک عالم دین کی موت پورے عالم (جہان) کی موت ہوتی ہے۔

حضرت مولانا محمد نبی محمدیؒ ایک جامع الصفات شخصیت تھے۔ چاہے جہاد کا میدان ہو سیاست کا میدان ہو یا تصوف کا۔ غرض آپ ہر میدان کے ایک عظیم شہسوار تھے ایسے جامع الصفات انسان بہت کم ہوتے ہیں ہم نے جب

سے ہوش سنبھالا تو ان کا نام سنا۔روس جیسی بڑی طاقت کے خلاف بے سروسامانی کے عالم میں انہوں نے جہاد کا آغاز کیا۔ الکفر ملة واحدة کا مصداق بن کر کفری طاقتیں جب میدان میں آئیں تو افغان قوم اور حضرت مولانا محمد نبی محمدیؒ جیسے عظیم سپوتوں نے متحد ہو کر ایمانی طاقت کا مظاہرہ کیا۔جس کے نتیجے میں ایک بڑا اسلامی ملک کفری پنجہ سے آزاد ہوا۔

افغانستان سے روس کے چلے جانے کے بعد خانہ جنگی کا جب دور آیا تو موصوف اور ان جیسے دیگر مخلصین علماء حضرت مولانا محمد یونس خالص دامت برکاتہم وغیرہ جنہوں نے ابتغاء لوجه الله (فقط اللہ کے رضا کی خاطر) جہاد کیا تھا وہ اقتدار کی اس جنگ سے دور رہے اور اس طرح خونریزی سے اپنے دامن کو بچا کر حقانیت کا ثبوت دیا۔یہ جہاد انشاءاللہ اپنے منطقی انجام کو پہنچ کر رہے گا۔موجودہ بے ہمتی اور مایوس کن حالات پر ناامید نہیں ہونا چاہیے۔کیونکہ ان الله لا یضیع اجر المحسنین ۔اور لا یضیع عمل عامل منکم کا وعدہ خداوندی ہے۔جہاد افغانستان میں لاکھوں علماء' صلحاء' اور دین دار افراد نے اپنے خون کا نذرانہ پیش کیا جو کہ رائیگاں نہیں جائے گا۔ہم خود بھی موجودہ حالات پر پریشان ہیں لیکن ناامید نہیں ہیں۔

میں ہمیشہ کہتا ہوں کہ پاکستان اور افغانستان کی تقدیر ایک ہے یہ دونوں بظاہر دو ملک ہیں لیکن درحقیقت ایک ہیں۔کیونکہ اسلام میں جغرافیائی حدود و قیود کی کوئی حیثیت نہیں۔ہماری ثقافت تہذیب وتمدن' رسم ورواج' حریت' کامیابی و کامرانی اور تباہی و بربادی ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہے۔دوبارہ اللہ تعالیٰ حق کی بالادستی دکھا کر رہے گا۔ مولانا موصوف کی وصیت بھی لتکون کلمة الله هی العلیا کے لئے لڑنا مرنا ہے۔انہوں نے تاریخ میں ایک عجیب باب رقم کیا۔مجاہدین افغانستان نے بدر و حنین کی یاد تازہ کر دی ہے اور اس طرح جذبہ جہاد پروان چڑھا۔ باطل چاہے روس کی شکل میں ہو یا امریکہ اور یہود کی شکل میں ہو۔ہمیں ان کے خلاف لڑنا ہے یہ وہ سبق ہے جو مولانا محمد نبی محمدیؒ نے ہمیں دیا ہے۔میرا یہ ایمان ہے کہ سرزمین افغانستان مومنین وشہداء کے لئے جنت اور کفار ومنافقین کیلئے جہنم ہے۔

آج ہم نے ان کے فرزند مولانا احمد نبی محمدی کے سر پر تمام مشائخ' علماء اور خاندان کے باہمی مشورے اور مولانا کی وصیت کے مطابق دستار رکھی یہ ان کے لئے افتخار کا باعث بھی ہے لیکن ایک اعتبار سے یہ ذمہ داری کانٹوں کی ایک سیج ہے۔مولاناؒ کی وفات ہم سب کا مشترکہ غم ہے اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے قرب ورضا کے مقامات عالیہ سے نوازے انہیں اولئک مع الذین انعم الله علیهم من النبین والصدیقین والشهداء والصالحین کا مصداق ٹھہرائے۔اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق سے نوازے۔(امین)

(قسط نمبر ا) ڈاکٹر سید زاہد علی واسطی، ملتان

تنبیہ الزوجین

عریانی سے فحاشی تک:

عریاں عربی زبان کا لفظ ہے۔ اردو زبان میں بھی انہی معنوں میں مستعمل ہے۔ العریۃ، معنی ننگا پن۔ العریۃ، سے عریاں بمعنی برہنہ، ننگا ہے۔ مونث اسم ''عریانی'' صیغہ ہے اس سے اسم کیفیت ''عریانیت'' ہے۔ المعریٰ جسم کا وہ حصہ ہوتا ہے جو کپڑے سے نہ چھپایا جائے۔ جیسے چہرہ اور ہاتھ۔ عریاں اور عریانی اردو زبان میں کثیر الاستعمال ہیں۔ عام طور پر ایسے مرد اور عورت جو اپنے ستر کو نہ ڈھک کر رکھیں ان لوگوں کو یا ان تصویروں کو عریاں کہتے ہیں۔ اخبارات سینما کا پوسٹر اور اب تو ٹیلی ویژن کی اسکرین پر بھی عریانی روز افزوں ترقی پر ہے۔ عریانی پہلے بھی ہوتی تھی مگر موجودہ ترقی پسند معاشرے میں جو عورت نے عریانی میں کردار ادا کیا وہ ترقی پسندی کی معراج بن گئی ہے۔ یورپ، امریکہ جو لوگ گئے ہیں وہ اپنی آنکھوں سے عریانی کے نظارے دیکھ چکے ہوں گے۔ وہاں کی دیکھا دیکھی یورپ پلٹ صاحبان نے عورت کے جائز مقام احترام سے ہٹا کر دوپٹہ اتار دیا اور قمیص بھی برائے نام پہنا کر ایڈوانسمنٹ کی خشت اول رکھ دی۔ اس خشت اول میں کجی موجود ہے وہ کبھی سیدھی نہیں ہوسکتی۔

خشتِ اول چوں نہد معمار کج چوں تا ثریا می رود دیوار کج

عریانی:

فحاشی کی خشت اول ہوتی ہے فحاشی بھی عربی زبان کا لفظ ہے جس اسلوب سے یہ استعمال ہوتا ہے کسی زبان میں اس کا نعم البدل نہیں۔ لغت کے اعتبار سے 'فحاش' اسم مذکر ہے۔ جس کے معنی بدچلن، بے حیا، اس سے فحش اسم صرف ہے جس کے معنی بے ہودہ۔ قابل شرم، جنسی بدکلامی، بے حیائی کی باتیں لچر کام ہوتے ہیں۔ اس سے فحاشی، مونث ہے۔ الفاحشۃ بمعنی گناہ۔ قبیح گناہ کے ہیں اس سے اسم مبالغہ الفحشاء یا فحاشہ ''الفحش نکلتا ہے۔ بمعنی گندہ قول یا فعل سے صفت متبدہ فحشاء ہے فاحشہ مونث یعنی بدکارہ عورت ہے۔

امام راغبؒ لکھتے ہیں کہ فحشاٗ اور فاحشہ وہ اقوال اور اعمال ہیں جن کی قباحت اور برائی بہت زیادہ ہو۔ فحشاء کا اطلاق زنا پر بھی کیا جاسکتا ہے۔ جو قبیح ترین افعال میں سے ایک ہے۔

قاضی بیضاویؒ نے انما یامرکم بالسوء والفحشاء کی تفسیر میں بتایا۔ (مفردات) یعنی شیطان تم کو برائی اور بدکاری کا حکم دیتا ہے۔ اس کے ذیل میں لکھا ہے کہ سوء اور فحشاء سے مراد گناہ ہیں۔ مگر سوء تمام برائیوں کو سمیٹے

ہوئے ہے جبکہ فحشاء صرف کبیرہ گناہوں کیلئے بولا جاتا ہے جو برائیوں میں 'سوء' سے بڑھ گئے ہوں ایک قول یہ بھی ہے کہ 'سوء' ان گناہوں کو کہتے ہیں جن پر شرعی حد جاری نہیں ہے۔ اور فحشاء ان گناہوں کو کہتے ہیں جن پر شرعی حد جاری ہوتی ہے۔ (قاموس القرآن ص ۳۹۴)

عریانی کے منابع:

عریانی کے منابع میں سرفہرست وہ عوامل ہیں جسے آج کل میڈیا کہتے ہیں اس میڈیا نے نسل نو کو تباہ کرنے میں بڑا کردار ادا کیا۔ عریاں تصویریں اور آبرو باختہ عورتوں کی شبیہیں اور کپمرنگ کی آڑ میں ایسے ایسے ''ایڈز'' اشتہارات ہر مکان و دوکان میں روز پہنچی رہتی ہیں گھر گھر' بازار بازار ٹیلی وژن تواتر سے رکیک اور گھٹیا درجے کے ڈرامے' بے حیائی اور عریانی سے بھرپور جسمانی حرکات اتنا مزین کر کے پیش کئے جاتے ہیں ہر لڑکے اور لڑکی کی نگاہ میں ان حیا باختہ ایکٹروں اور ایکٹرسوں کے کردار۔ حرکات وسکنات اسوہ خوابیدہ بن جاتے ہیں۔ ان شوق پرور۔ تمنا آفرین اور نگاہ سوز کھیل تماشوں کو دیکھ کر دونوں صنفوں کی نوجوان اور جوان نسل کے بے چین ولولے ہر سمت بلکہ ہمہ طرف عشق و رومان کے مواقع ڈھونڈتے رہتے ہیں۔ ان بے حیا اور آبرو باختہ حرکات کے علاوہ جب مانع حمل کے اشتہار اور ان کے مکالمے جن میں مانع حمل کے سرعام ٹیلی ویژن پر آتے ہیں تو لیڈی ہیلتھ وزیٹر کی میاں بیوی کی دلچسپ گفتگو نوجوانوں کی دلچسپی کا باعث بنتی ہے۔ نسل نو کے وہ بچے جو بھی بلوغت کی پہلی سیڑھی پر قدم رنجہ بمشکل ہوتے ہیں بڑے بھول پن سے ماں سے پوچھتے ہیں۔ امی۔ بچہ کیسے پیدا ہوتا ہے۔ امی۔ یہ ڈاکٹر کیونکر کہہ رہی ہے کہ بچے کم پیدا کرو۔ امی۔ میں کیسے پیدا ہوا تھا۔

دیکھ لیجئے ٹی وی کے ان مکالمات نے بچوں کے ذہن میں کرید ڈالدی ظاہر ہے اسکول جا کر آپس میں بچے ضرور ذکر کرتے ہوں گے۔ اور وہاں کوئی نہ کوئی گرگ باراں دیدہ ضرور تمام کوائف سے آگاہی بخشتا ہوگا۔ الغرض ان مکالمات سے نتیجہ برآمد ہوتا ہے اس نے فطرت حیوانی کی متقضیات کو نظر انداز کر دیا۔ مغربی تمدن میں تو یہ بری بات نہیں وہاں اسکول کے سب بچوں کو معلوم ہے کہ مرد اور عورت ملاپ کیسے ہوتا ہے۔ جیسے ہی وہ سن بلوغ کو پہنچتے ہیں ماہر فنکار کی مانند فنکاری کرتے ہیں۔ مگر رونا ہماری اس تہذیب کا ہے جہاں عریانی کی دست اندازی سے نوجوان نسل آئندہ بیس سال کے بعد اگر یہی حالات رہے تو کہیں کی نہ رہے گی۔

نوجوان نسل پر جو اثرات مرتب ہو رہے ہیں اس نے صنفی تعلق کے حیوانی مقاصد یعنی تناسل اور بقائے نوع کو یہاں تک نظر انداز کر دیا کہ انسان جو احسن تقویم کے لئے پیدا کیا گیا تھا اب اسفل سافلین کے گہرے غار پر پہنچ رہا ہے۔ یعنی اس سب تماشائے اہل کرم کو دیکھ کر اسی تعلق کے فطری نتیجہ میں اولاد کی پیدائش کو روک دیتا ہے۔ آپ خوب سمجھ ہیں کہ جائز اولاد روکنے کے لئے کس قدر خوش گوار ماحول اور بدکاری کے لئے جامع منصوبہ بندی مہیا کر رہی ہے۔

ایک یہی خوف تھا وہ بھی جاتا رہا۔

اس نام نہاد اخلاقی اور انسان کے داعیات جسمانی کی رعایت میں اس قدر غلو نے فطرت انسانی تو در کنار فطرت حیوانی کے کشش محرکات کو بھی شہ مات دے کر رکھ دیا ہے۔ ظاہر ہے اس قسم کے تعلق نے زوجین کے درمیان محبت، تعلق اور تعاون بازاری قسم کا بنا دیا۔ اب نہ یہ امید کی جاسکتی ہے کہ اس سے کوئی صالح اور ترقی یافتہ اسلامی تمدن وجود میں آسکتا ہے اور نہ نمود و نمائش بھری عریانی کو بیک گیئر لگ سکتا ہے۔ شکست دینے کی ذمہ داری بڑی حد تک اس نام نہاد زن و مرد کے اشتقاق پر ڈالی جاسکتی ہے۔ جس کے اثرات تیسری نسل میں یعنی آج سے ربع صدی بعد ہوں گے

عورت کی فطرت:

اس سے پہلے کہ موضوع آگے بڑھایا جائے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ملکات نفس جبلی کے ماتحت ہوتی ہیں۔ جبلت بدلا نہیں کرتی۔ نہ انسان جبلی امور کے بدلنے پر مکلف ہے کیونکہ ان کا بدلنا غیر اختیاری ہے۔ البتہ ان کا مقتضیات پر عمل کرنا جبلی نہیں۔ بجز اختیاری لہذا ہمت کر کے اختیار سے کام لیا جائے اور ان ملکات سے مقتضیات پر عمل نہ ہونے دیا جائے۔ باقی نفس ملکات چاہے جتنے فاسد ہوں وہ اس وقت قابل افسوس نہیں جب تک ان پر عمل نہ ہو۔ بلکہ ایک معنی سے قابل مسرت ہیں کیونکہ ان کی وجہ سے مشقت، تردد بڑھتا ہے جس سے عمل کا اجر بڑھتا ہے اور نفس کا تزکیہ بر حال ہوتا ہے۔ اس بات کو مولانا روم نے کیا خوب بتایا ہے۔

شہوت دنیا مثال گلخن است کہ از وحمام تقویٰ روشن است

غور فرمایئے! انسان اور خصوصاً عورت کی فطرت میں شرم و حیا کا جو مادہ رکھا گیا ہے اس کو بخوبی سمجھنے کے لئے اور عملاً لباس اور طرفہ معاشرت کی صحیح ترجمانی کرنے میں سوائے اسلام کے اور کسی تمدن اور مذہب کی کامیابی نہیں ہوئی۔ اسلام ہی ہے جس میں اس فطرت انسانی کے ہر نشیب و فراز کی قدم قدم پر راہ نمائی کی گئی ہے۔ شرم و حیا کو انسان اور خاص کر عورت کو بہترین صفات میں شمار کیا۔ ستر عورت کی صحیح حدود معین کیں۔ مردوں اور عورتوں کے لباس اور ان کے آداب، اطوار، حیاداری کی صورتیں مقرر کیں۔ معاشرت میں مرد اور مرد۔ عورت اور عورت۔ مرد اور عورت کے درمیان حیاء اور حجاب کی مناسب اور معقول درجہ بندی ہی نہیں کی بلکہ تہذیب و شائستگی اور اخلاق عامہ کے نقطہ نظر سے عورت کو حد درجہ محترم بنایا گیا۔

مگر افسوس یہ ہے کہ ہم نے اس امور میں تغافل برتا۔ کچھ تو ہر دور میں سربراہان مملکت کی نگاہ کج رفتار اور کچھ ان کے نظر کرم پر قربان کر دیا۔ کچھ غیر مسلم قوموں کے رسم و رواج کو اپنا کر ضائع کر دیا حالانکہ رسم و رواج اجتماعی حالات کے ساتھ بدل جانے والی چیز ہوتی ہے اور ذاتی رجحان اور انتخاب پر منحصر ہوتا ہے۔ جذبہ شرم و حیا ہندوستان میں ہزاروں سال قبل سے لے کر آج تک پوجا پاٹ کرنے والے مندروں کے پجاریوں اور انکی داسیوں میں مفقود تھا۔ جو بے حیائی

وعریانی اور عریان لباس برہنہ ناچ بتوں کی خوش اندامی کے لئے جاری وساری رہتے تھے۔ یہی برہنگی اور عریانی کی روز افزوں تحریک۔ اخلاق وعصمت کی مٹی پلید کرتی رہتی تھی۔ اس کے بعد جو مسلمان حکمران آئے انہوں نے بھی (ایک دو سوا) کبھی ان میں مداخلت نہ کی بلکہ ہمت افزائی ہی کی اپنے حرم میں سب کچھ بے حس' بے شرم حکمران سب کچھ کرتے رہے۔ ان کی دیکھا دیکھی ہندوستانی مسلمان کے تمدن میں یہ عریانی 'فحاشی روح رواں بنتی رہی۔ آج اس کے نتیجے کھلے عام دیکھ رہے ہیں۔

ستر عورت اور حیاداری کا تعلق اخلاق اور شائستگی سے نہیں بلکہ انسان کی داعیات صنفی سے ہے۔ جو رہا سہا تھا وہ تعلق فرنگیوں نے آ کر ختم کر دیا۔ عورت کو معاشی' تمدنی غلامی سے نجات دلانے کی اشتہا نے وہ گل کھلائے کہ یہاں کی عورت نے بھی مغربی ممالک کی عورت کے رہن سہن' چال چلن طور طریق اپنا لئے کیونکہ ان میں بڑی جاذبیت تھی۔ قانون فطرت کو جاننے کے باوجود ان کی خلاف ورزی کی۔ عورت کو مغرب زدہ مساوات دینے کا نعرہ لگا کر ہوائے نفس کو اس افراط وتفریط کی جانب بہا لئے گئے کہ تمام اسلامی نظریات دھرے کے دھرے رہ گئے۔ اس ناعاقبت اندیشی کے نتائج میں ہم اس بحر بیکراں میں کہیں کے نہ رہے۔

قرآن اور فحاشی

قرآن پر ہر مسلمان کا ایمان ہے اور تمام ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ پڑھیئے فحاشی کے لئے کیا کہتا ہے۔

ترجمہ: ''جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں کے گروہ میں فحاشی پھیلے وہ لوگ دنیا آخرت میں دردناک سزا پائیں گے۔'' (النور۔۱۹)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ شیطان کے نقش قدم پر مت چلو۔ اس کی پیروی کرو گے تو وہ تمہیں فحاشی اور برائیوں کی طرف راغب کرے گا'' (النور۔۲۰)

اس آیت کریمہ سے فحاشی پھیلانے کا مفہوم تمام صورتوں پر حاوی ہے ان کا اطلاق بدکاری کے اڈے ہی نہیں بلکہ وہ تمام اسباب وعلل ہیں جو بداخلاقی اور فحاشی کی ترغیب دیتے ہیں لوگوں کے جذبات کو اکسانے والے کہانی' قصوں' اشعار' گانے بجانے اور تصویروں پر مشتمل ہوتے ہیں تصویریں اور تصویروں میں کہانیاں اس عیب سے مبرا نہیں' یہاں تصویروں کا مفہوم صرف نیم برہنہ یا برہنہ ہی نہیں بلکہ ڈرامے' پاپ میوزک شو جو ٹیلی ویژن پر دکھائے جاتے ہیں جس میں بغیر بازو کے سینہ بند' گھٹنوں سے بلند' پیٹ کھلے زیر جامے پہن کر رقص وسرور کے تماشے کسی سے ڈھکے چھپے نہیں۔ بعض غیر ملکی چینلز تو اس میں کمال کو پہنچ چکے ہیں ان کی حرص میں ملکی کیبل والوں نے بھی ایسی فلمیں دکھانی شروع کر دیں کہ ماں بیٹا' باپ بیٹی ساتھ نہیں دیکھ سکتے۔ ممکن ہے آج سے دس برس بعد دیکھ سکیں۔ خواتین کے روپ پردہ سکرین پر دیکھیں جو اپنے غیر اسلامی اطوار یعنی چہرے پر کھلی زلفیں لہراتی۔ کندھوں کو مٹکا کر سینہ کے نشیب وفراز نمایاں

کر کے ایک دوسرے سے بازی لے جانے میں کسر اٹھا کے نہیں رکھتیں۔ نیز وہ کلب اور ہوٹل بڑے زور شور سے اخباروں میں مشتہر ہوتے ہیں جہاں مخلوط رقص' مخلوط تفریحات کا باقاعدہ انتظام ہوتا ہے۔ یہ سمجھ لیں کہ اگر آپ مسلمان ہیں اور قرآن پر آپ کا ایمان ہے تو قرآن صاف کہہ رہا ہے کہ یہ سب مجرم ہیں۔ یعنی ناچنے گانے والے اور ایسی محفلوں کا انعقاد اور تحریک کرنے والے بھی مجرم ہیں ایک اسلام کی داعی حکومت کا فرض ہے کہ اگر آپ اسلام اسلام کرتے ہیں تو صرف قرآن پڑھنے پڑھانے سے کام نہیں چلے گا حکمران سے باز پرس بھی ہوگی کہ اس نے ان برائیوں کا سد باب کیوں نہیں کیا۔ یہاں آپ کو ایک تاریخی حقیقت ضرور سناؤں گا:

''شاید کہ اتر جائے ترے دل میں میری بات''

اٹھارویں صدی میں فرانسیسیوں اور برطانوی انگریزوں نے شمالی افریقہ میں بہت ردوبدل کر ڈالی۔ معاشی اعتبار سے ان کا تسلط تھا۔ مصر کے حکمران ''سلطان خدیو'' تھے۔ ملک حبشہ نے مصر پر چڑھائی کردی اور کافی علاقہ پر قبضہ کرلیا۔ جنگ جاری تھی' ایک دن سلطان خدیو نے جامعہ الازھر کے تمام بزرگ عالموں کو دعوت دی اور حالات بتائے اور مشورہ کیا۔ فیصلہ ہوا کہ قرآن اور احادیث پڑھی جائیں۔ دعائیں کریں' دس دن میں جامعہ الازھر میں سولہ ہزار قرآن ختم ہوئے اور تمام مدارس میں احادیث شب و روز پڑھی جاتی رہیں' مگر مصر کو پے در پے شکست ہوتی رہی۔ فتح نہ ہوئی۔ آخرکار ''سلطان خدیو'' خود جامعہ الازھر گیا اور تمام علماً وصلحاء کو جمع کیا اور صورت حال بتائی اور بولا کہ اب تو خدا بھی نہیں سنتا۔ تم لوگوں نے سولہ ہزار مرتبہ ختم قرآن کیا۔ کیا ہوا شکست۔ سب عالم گھٹنوں میں منہ دیئے بیٹھے رہے۔ جب سلطان خدیو اٹھنے لگا تو ایک بزرگ اٹھے اور بولے کہ سلطان تم ملک کے سربراہ ہو۔ تم نے خدا کو راضی کرنے کا کیا کام کیا تھا۔ سلطان بولا کیا مطلب ہے تمہارا' ہم نماز پڑھتے ہیں' قرآن پڑھتے ہیں' روزے رکھتے ہیں اور کیا کریں۔ وہ بزرگ جن کا نام ابوالمکارم تھا۔ سیدھے کھڑے ہوگئے۔ سب حاضرین دل میں سوچنے لگے کہ اب ابوالمکارم کی گردن ماری جائے گی۔ لوگوں نے اشارے سے روکنے کی کوشش بھی کی مگر وہ بولتے ہی رہے' فرمایا

سن لو اچھی طرح۔ تمہیں وہ حدیث سناتا ہوں (اور حدیث سنائی) جو حکمراں اپنی سلطنت میں بدکاری' بے حیائی' فحاشی جس کو وہ روکنے پر قادر ہے نہیں روکتا۔ اس کی بات اللہ تعالیٰ نہیں سنتا۔ تمہاری سلطنت میں عریانی' فحاشی' بدکاری عام ہے۔ شراب عام ہے۔ عورتیں کھلے عام سر کھلے بغیر حجاب کے' ستر کھلے رہتی ہیں۔ کلبوں میں ڈانس کرتی ہیں پھر تم کسی منہ سے کہتے کہ اللہ کریم تمہاری بات سنے۔ سلطان خدیو بولا میں کیا کروں' یہ فرنگی جب سے یہاں آئے ہیں تو یہاں کی قوم نے ان کے طور طریق اپنا لئے اور اٹھ کر چلا گیا۔ آخری بات ضرور بتادوں اس سلطان کو فرنگیوں نے اقتدار لے کر دیا تھا تو کس طرح ان کی مرضی کے خلاف بول سکتا تھا۔ آپ غور کریں ہمارے ملک اور دیگر اسلامی مملکتوں کے سربراہ بھی آج کل انہی فرنگیوں کے رحم و کرم پر ہے جنہوں نے ان کو مسند اقتدار بٹھا رکھا ہے۔

اسلامی حکومت کے قانون تعزیرات میں ان تمام افعال کو مستلزم سزا ہونا چاہیے جن کو قرآن یہاں عوام کے خلاف جرم قرار دے رہا ہے اور اس کے ارتکاب کرانے والا ملک کا سربراہ جس کے ملک میں یہ سب کچھ کھلے عام ہو رہا درحقیقت سزا کا مستحق ہے۔ وہ یاد رکھے سربراہ بچ نہ سکے اس کے لئے روز حشر بڑا خراب دن ہوگا۔ وہاں اسے سزا ضرور ملے گی کہ اس نے فحاشی کو کیوں نہیں روکا۔ صرف اس لئے اس کا غیر ملکی آقا اس سے ناراض نہ ہو۔ اگر آپ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ یہی شیطان آپ کو برائی' بے حیائی کی نجاستوں میں آلودہ کرنے کے لئے تلا بیٹھا ہے۔ ۱۹۹۱ء کا ذکر ہے کہ امریکی بمباری نے عراق کی اینٹ سے اینٹ بجادی تھی۔ ایک شخص سے ملاقات ہوئی جو وہاں سے بمشکل یہاں پہنچا۔ دوران گفتگو اس سے وہاں کی حالت زار سنائی اور بتایا کہ بغداد کی تمام مساجد میں ایک ماہ ''دعائے قنوت نازلہ'' کا ورد ہوتا رہا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو شکست دی۔ ایک صاحب قرآن جو ہمارے ساتھ تھے فوراً بولے آپ کے سوال کا جواب قرآن میں موجود ہے۔

ترجمہ: اور رسولؐ فرمائیں گے کہ اے میرے رب میری قوم کے لوگوں نے اس قرآن کو نشانہ تضحیک بنالیا تھا'' (الفرقان۔ ۳۰)۔ تفسیر میں لکھا ہے کہ ان لوگوں نے قرآن کو قابل التفات نہ سمجھا۔ اس کو اپنے ہذیان کا ہدف بنالیا تھا (تفہیم القرآن ج ۳۔ ص ۴۴۷)

زن و مرد کا مخلوط غسل:

جو لوگ نبی ﷺ کی ہدایات سے محروم ہیں اور شرم و حیا سے خالی ہیں۔ ان کا نفس شرم و حیا کی پابندی سے گریزاں ہے اس لئے ایسے لوگ جو دین حق کے پابند نہیں ہوتے شرم و حیا سے آزاد ہوتے ہیں۔ مل جل کر غسل کرنا جاہلیت کی تہذیب قدیم میں بھی رائج تھا اور اب تہذیب جدید میں بھی طرہ امتیاز سمجھا جاتا ہے۔ آپ سمندر کے کنارے چلے جائیے۔ دیکھئے کیا ہو رہا ہے۔ بڑے بڑے کلب گھروں مغربی تہذیب کے دلدادہ سوئمنگ پولز میں کیا کیا گل کھلاتے ہیں پھر تالابوں کے کنارے کرسیوں پر برائے نام چیتھڑے لپیٹے پڑے رہتے ہیں۔

حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں سوئمنگ پولز یا سمندر کے 'بی چیز' تو نہیں تھے مگر عہد رفتہ کے حمام ضرور تھے اور سلیقہ غسل اہل حجاز کے رواج میں داخل تھا۔ حضور ﷺ مردوں اور عورتوں کو ایسے مشترکہ حماموں میں غسل کرنے سے صاف صاف منع فرمادیا۔ اور حکم دیا کہ مرد تہبند لپیٹ کر نہایا کریں۔ کوئی عورت مرد کا ستر نہ دیکھ سکے۔ عورت کا حمام میں کسی حالت میں بھی غسل کرنا ممنوع قرار دیا گیا۔ عورت اگر سارے کپڑے پہن کر غسل کرے گی تو مرد کی نگاہیں پانی سے بدن پر چپکے ہوئے کپڑوں اور جسم کے خدوخال پر ضرور پڑیں گی اور ایسی عورت میں عورت مزید کشش کا باعث بن جائے گی۔ ترغیب اور ترہیب کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس پر لازم ہے کہ بغیر تہبند کے حمام میں داخل نہ ہو۔ اور جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اپنی بیوی کو

حمام میں داخل نہ کرے اور جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے کسی ایسے دستر خوان پر نہ بیٹھے جہاں ستر کھلی عورت موجود ہو۔'' (مشکوۃ شریف۔ترمذی۔نسائی)

سابقہ مشرقی پاکستان ۔موجودہ بنگلہ دیش کبھی جا کر دیکھیں مسلمان اور مرد عورتیں تالابوں، جوہڑوں، نالوں اور دریا کے کنارے کھلے عام نہاتے ہیں، کپڑے دھوتے ہیں۔ بالعموم بے لباس ہو کر اپنے وہی کپڑے دھو کر پھر پہن لیتی ہیں۔مشترکہ غسل عام ہے۔ ماں، باپ، بھائی، بہن، خالہ، پھوپھی، اپنا سر، سینہ، پنڈلیاں گھٹنوں سے اوپر تک کھولے کپڑے دھوتی رہتی ہیں۔جن میں جوان لڑکیاں اور پیراں سال عورتیں بھی اپنے رواج کے مطابق ساڑھی، بلاوز غسل کے ساتھ دھوتی رہتی ہیں۔مرد اپنی دھوتی اتار کر نہاتے ہیں اور پھر وہی دھوتی باندھ لیتے ہیں۔سب کام قرآن کی کھلی خلاف ورزی ہے۔ملاحظہ ہو:

''اے نبیؐ مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں'' (النور۔۳۱)

''اے نبیؐ مومن مردوں سے کہدو کہ اپنی نظر بچا کے رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لئے پاکیزہ طریقہ ہے۔'' (النور ۳۱۔۳۲)

موجودہ دور میں جہاں بے حیائی، بے شرمی، فحاشی کے اور حربے استعمال ہو رہے ہیں ایسے ہوٹل بھی ہیں جہاں شراب اور اختلاف مردوزن کے دروازے کھلے ہیں۔ یہاں تیرنے کے لئے تالابوں میں سب اکٹھے مل کر نہاتے ہیں۔ تیراکی کے مقابلے ہوتے ہیں۔یہ اختلاط نظر فریبی اور عشق بازی فحاشی اور دلبستگی عریانی پر ابھارنے کے لئے بہت کچھ اپنے اندر سمیٹے پڑا ہے۔یہ طریقے ہزار داستان تو امریکہ اور یورپ کی ایجاد ہیں۔مگر افسوس مسلمانوں نے سب ترقی پذیری کی چاشنی میں ڈوب کر سیکھ لیا اور اسکوریکریشن، تفریح بنالیا۔اسی کشتیوں کے اکھاڑے ستر کھول کر کشتی لڑنے کی اسلام اور اس کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔ بڑے بڑے دین دار لوگ خوب مزے سے کشتیاں دیکھتے ہیں اور مسلہ عریانی کو بھول جاتے ہیں کہ ستر کھول کر دکھانے والا اور دیکھنے والا دونوں حرام کام کر رہے ہیں۔ابوداؤد سے مروی ایک حدیث کہ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ کھلے میدان غسل کے ارادے میں کپڑے اتارے کھڑا ہے آپ نے اسے دیکھ کر ایک دن خطبے میں بعد حمد وثناء کے منبر پر اس کا ذکر فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ شرمیلا ہے اور شرم کو پسند کرتا ہے۔تم میں کوئی شخص بھی تنہائی میں ستر کو بغیر ضرورت ننگا نہ رکھے۔اگر غسل کے ارادے سے کپڑے اتارے تو اوٹ میں کھڑا ہو کر۔

شرم گاہیں:

جس طرح ایک چھوٹا بچہ اپنے گھر کی تمام چیزوں اور کھلونوں کو بیکار اور نا قابل التفات سمجھ کر ہر اس نئے کھلونے کی طرف لپکتا ہے جو اسے کسی دوسرے پڑوسی کے بچے کے ہاتھ میں نظر آ جاتا ہے۔اسی طرح جو قوم اپنے آپ کو

بھلا بیٹھتی ہے اس کی نگاہیں ہمیشہ دوسروں کی طرف دیکھنے کی عادی ہو جاتی ہیں اور وہ قوم اپنے علمی و تہذیبی سرمایہ کو یکسر نظر انداز کر کے نئے نظریات نئی تحریکیں اور نئی فکر کو بھاگ کر قبول کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی خود فراموش قوم ان اقوام کی ریشہ دوانیوں کا ہمیشہ نشانہ بنی رہتی ہے۔ جو اپنے افکار۔ اپنے نظام زندگی اپنی تہذیب و معاشرت کو دنیا میں زیادہ پھیلانا چاہتی ہو۔

کچھ عرصہ سے یہی حال مسلمانوں کا بنا ہوا ہے۔ یہ ہماری تاریخ کا بہت بڑا المیہ ہے کہ جس قوم نے صدیوں تک فکر و عمل کے میدان میں پوری انسانیت کی راہنمائی کی آج وہ قوم خود اپنا راستہ بھول چکی ہے اور اپنی رہنمائی بھی دوسروں سے حاصل کی تگ و دو میں پڑے ہوئے ہیں اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ عہد حاضر کی فکری تحریکوں کو عالم اسلام میں بڑی ہموار اور اثر پذیر زمین ملی ہوئی ہے اور مغربی عوامل کے کار پرداز اپنے پنجے گاڑے کامیاب نتائج حاصل کر رہے ہیں چاہئے تو یہ تھا کہ ہمارے سربراہان اور علمائے دین بیدار مغزی سے کام لے کر مغربی تہذیب و تمدن سے جو چیزیں مفید اور اسلامی اصولوں کے مطابق ہوتیں انہیں اختیار کر لیتے کیونکہ مغربی ممالک کے پاس بھی بیشتر چیزیں اسلام سے ماخوذ ہیں مثلاً جذبہ تحقیق و جستجو۔ جہد و عمل کا شوق' ان سے ہی آلات و صنعتیں ایجاد ہوئیں لیکن ایسا نہ کیا بلکہ تاریک رخ کی جانب چل کر عریانی' فحاشی' رقص و سرور' مادہ پرستی' شراب خوری' تصنع و تکلف' آرائش و زیبائش جو اسلامی نقطہ نگاہ سے بدترین مظاہر ہیں اپنا لئے بلکہ ان سے آگے بڑھ جانے کی فکر کرنے لگے۔

مغربی افکار نے جو عریانی اور فحاشی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اسلامی معاشرے میں جو گل کھلائے اس فحاشی کے میدان میں شرم گاہوں کو بے عیب بنا کر رکھ دیا۔ جیسا ذکر ہو چکا ہے کہ کلبوں' ناچ گھروں' سمندر کے بیچیز پر شرمگاہوں کی نمائش شہوت رانی کی سیڑھی پر پہلا قدم ہوتا ہے۔ شرمگاہوں کی حفاظت سے مراد محض ناجائز شہوت رانی سے پرہیز ہی نہیں بلکہ اسلام میں ستر کو دوسروں کے سامنے کھولنے سے پرہیز حکم امتناہی ہے۔ مرد کے لئے ستر کی حد نبی کریم ﷺ نے ناف سے گھٹنے تک مقرر فرمائی۔ حدیث ہے کہ مرد کا ستر اس کے ناف سے گھٹنے تک ہے۔ (بیہقی)

اس حصہ کو اہلیہ کے سوا کسی اور کے سامنے جان بوجھ کر کھولنا حرام ہے۔ حضرت اسلمیؓ جو اصحاب صفہ میں سے تھے روایت کرتے ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں ایک دفعہ میری ران کھلی ہوئی تھی'' سرور کائنات ﷺ نے فرمایا ''اپنی ران کبھی نہ کھولو'' (ابوداؤد' ماجہ)

ستر کے کھولنے کے متعلق بہت سے ارشادات ہیں تفصیل سے آئندہ تحریر کریں گے ایک مرتبہ حضرت علی سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: کہ تمہیں معلوم ہے کہ ران چھپانے کی چیز ہے'' (ترمذی' ابن ماجہ) صرف دوسروں کے سامنے ہی نہیں بلکہ تنہائی میں بھی ننگا رہنے کی اجازت نہیں۔ چنانچہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: ''خبردار کبھی ننگے نہ رہو کیونکہ تمہارے ساتھ وہ ہوتے ہیں جو تم سے کبھی زندگی میں جدا نہیں ہوتے یعنی دو فرشتے!''

ایک اور روایت میں فرمایا یعنی خیر و رحمت کے دو فرشتے سوائے اس وقت کے جب تم رفع حاجت کرتے ہو یا بیوی کے ساتھ سوتے ہو لہذا ان سے شرم کرو اور ان کا احترام ملحوظ رکھو" (ترمذی)

ایک اور حدیث میں ارشاد رسول اللہ ﷺ ہوتا ہے کہ: اپنے ستر کو اپنی بیوی کے علاوہ ہر ایک سے محفوظ رکھو" سائل نے دریافت کیا کہ اور جب ہم تنہائی میں ہوں تب حضور ؐ نے فرمایا۔ "تب اللہ سب سے زیادہ حق دار ہے کہ اس سے شرم کی جائے کیونکہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ (ابوداؤ۔ ترمذی)

عورتیں ہشیار رہیں:

عورتوں کو غیر مردوں کو ہرگز نہیں دیکھنا چاہیے۔ نگاہ پڑ جائے تو ہٹالیں۔ دوسرے مردوں کے ستر تو درکنار آپس میں بھی ایک عورت دوسری عورت کا ستر نہ دیکھے۔ یہ سب ناجائز شہوت رانی کے لئے جذب وکشش کا باعث بن جاتا ہے۔ ننگے رہنے کے لئے عورتوں کے لئے بھی وہی احکام ہیں جو مردوں کے لئے ہیں لیکن عورت کے ستر کی حدود مردوں سے مختلف ہیں۔ نیز عورت کا ستر عورت کے لئے الگ اور مرد کے لئے علاوہ اپنے شوہر کے الگ ہے۔

مردوں کے لئے عورت کا ستر ہاتھ (کلائی تک) اور منہ کے سوا اس کا پورا جسم کے جسے شوہر کے سواحتیٰ کہ باپ، سگا بھائی یا دوسرا مرد نہیں دیکھ سکتا۔ نیز عورت کو ایسا باریک لباس نہیں پہننا چاہیے اس کا جسم اندر سے جھلکے یا بدن کی ساخت نمایاں ہو جائے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ان کی بہن حضرت اسماءؓ بنت ابو بکرؓ ایک دن آئیں۔ حضور اکرم ﷺ تشریف فرما تھے چونکہ حضرت اسماءؓ بہت باریک کپڑے پہنے ہوئے تھیں لہذا حضور اکرم ﷺ نے اپنا رخ پھیر لیا اور فرمایا: "اسماء جب عورت بالغ ہو جائے تو یہ جائز نہیں کہ منہ اور ہاتھ کے علاوہ اس کے جسم کا کوئی اور حصہ نظر آئے۔" (ابوداؤد)

عورت کے لئے عورت کی ستر کے حدود وہی ہیں جو مرد کیلئے ہیں۔ یعنی ناف سے گھٹنے تک درمیان کا حصہ اس کا مطلب یہ نہیں کہ عورت دوسری عورت نیم برہنہ رہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ناف سے گھٹنے کے درمیان کا حصہ ڈھکنا فرض ہے اور دوسرے حصوں کا ڈھکنا فرض نہیں۔ مگر واجب ہے۔ مگر اسکے برعکس آپ دیکھیں کلبوں، ہوٹلوں، ہسپتالوں میں اور بیرونی اسفار کے دوران ہوائی جہازوں میں ایسی عورتیں سے سابقہ پڑتا ہے جو زیر ناف کسی شوخ رنگ کپڑے کی تکون لٹکائے، پیٹ کھلا کھٹا کھٹ کرتی پھرتی ہیں اور دعوت دے رہی ہوتی ہیں۔ یہ بات ذہن نشین رکھئے کہ شریعت الٰہی، عورتوں سے صرف اتنا ہی مطالبہ نہیں کرتی جو اس نے مردوں سے کیا۔ یعنی نظر بچانا اور شرم گاہوں کی حفاظت کرنا، بلکہ وہ ان سے کچھ اور بھی مطالبے کرتی ہے جو اس نے مردوں سے نہیں کئے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شرمگاہوں کی حفاظت کے معاملے میں مرد اور عورت یکساں نہیں۔

قرآن پاک میں شرم گاہوں کی حفاظت کا جہاں اعلان ہو رہا ہے۔ سلسلہ کلام جان کر بناؤ سنگھار (میک

اپ) سے جالملتا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شہوت رانی میں شرم گاہوں کے ساتھ ساتھ بناؤ سنگھار بھی پاکیزہ طریقہ نہیں جو آج کل اختیار کرلیا گیا ہے۔ خصوصاً جبکہ عورت بناؤ سنگھار کے معاملے میں سو قدم مرد سے آگے ہے اس کا اطلاق کئی باتوں پر ہوتا ہے۔

بناؤ سنگھار عورت کب کرے

اس معاملے میں پہلی چیز جو آجاتی ہے وہ ہے زرق برق اور فوق البھڑک کپڑے زیورات چہرے کی آرائش ہاتھوں کی تزئین جس کو موجودہ دور میں میک اپ کہا جاتا ہے جس کے بغیر عورت گھر سے باہر کسی محفل میں شرکت کے لئے نکلتی ہی نہیں۔ جب قرآن پاک میں اس کے بارے میں ارشاد ہوا تھا اس وقت گو کہ جس اسٹینڈرڈ کے بھڑک دار کپڑے، زیورات اور آرائش حسن کے سامان آج موجود ہیں وہ نہ تھے اور اس کام کے لئے سامان میک اپ بہت محدود اور کم اسٹینڈرڈ کا تھا مگر پھر بھی بناؤ سنگھار کے بارے میں ارشاد ربانی ہوا:

ترجمہ: ''اپنا بناؤ سنگھار ظاہر نہ کریں بجز اس کے جو خود ظاہر ہو جائے اور اپنے سینوں پر اوڑھنیاں کے آنچل ڈالے رکھیں۔'' (النور ـ ۳۱)

آج کیا ہو رہا ہے دلہن تیار ہو رہی ہے کپڑوں میں اعلیٰ لباس، زیوارت آرائش جمال میں حسن تدبر کی دلیل ہیں۔ سجاوٹ کے واسطے بیوٹی پارلر سے دیدہ زیب بنا کر اسٹیج پر سجا دیتے ہیں۔ چہرہ، ہاتھ اس لئے کھولتے ہیں کہ ہزاروں روپیہ بیوٹی پارلر میں خرچ ہو چکا جس کا اظہار ضروری ہے۔ فوٹو گرافر اپنی اپنی پسند کے ''پوز'' بنوار ہے ہیں۔ دلہن اگر غلطی سے نیچی نگاہ کر لیتی ہے تو بڑی پھرتی سے گردن اٹھا دیتے ہیں۔ مووی فلم بن رہی ہے کیونکہ روز روز تو یہ دن نہیں آتا۔ دلہن کی سہیلیاں ناچ کود رہی ہیں ان کا بس نہیں چلتا کہ دوپٹہ، اوڑھنیاں، آنچل جس کو ڈھکنے کا حکم قرآن دیتا۔ ہے سب اتار پھینک دیں۔ اللہ تعالیٰ نے عورت کو جو یہ اجازت ہے کہ اپنی آرائش و زیبائش کو ظاہر نہ کرو مگر اس کے جو خود ظاہر ہو جائے آپ اچھی طرح سمجھ لیں کہ خود ظاہر ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ اسٹیج پر بیٹھ جائیں اور منہ پھاڑ سر پہاڑ دکھائیں سینکڑوں مردوں کے سامنے اپنے چودہ طبق روشن کریں۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ منہ لپیٹ کر رکھو۔ مگر رعایت یہ ہے کہ اگر ہوا سے یا بے خیالی میں چادر یا دوپٹہ کا پلو ہٹ جائے تو گناہ نہیں ہے یہ مطلب نہیں کہ جان بوجھ کر اپنی زینت، اپنی آرائش اور میک اپ دکھانے کے لئے دعوت دیدیتی پھرو۔

مفسرین قرآن کا اس بات پر اجماع ہے کہ ظاہر ہونے اور ظاہر کرنے میں بہت بڑا فرق ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن صریح طور پر ظاہر کرنے سے روک رہا ہے۔ اور ظاہر ہو جانے کے معاملے میں رخصت دے رہا ہے۔ اس رخصت کو ظاہر کرنے تک پھیلا دیتا مفہوم قرآن کیخلاف ہی نہیں گناہ ہے کیونکہ حضور اقدس ﷺ کے عہد میں حجاب کا حکم آنے کے بعد فوراً عورتوں نے اپنا اپنا منہ ڈھک لیا تھا، کوئی عورت ایسی نہیں تھی جس نے اپنا منہ نہ ڈھکا ہو۔ یہ

وضاحت ضروری ہے کہ ستر اور حجاب میں بڑا فرق ہے۔ ستر وہ چیز ہے جسے محرم مردوں کے بھی کھولنا ناجائز ہے۔ رہا حجاب تو وہ ستر سے زائد ایک چیز ہے جسے عورتوں اور غیر محرم مردوں کے درمیان حائل کیا گیا۔ اس تمام گفتگو سے صاف ظاہر ہے کہ عورت کو بناؤ سنگھار سے منع نہیں کیا گیا۔ وہ ضرور کرے مگر اپنے شوہر کے سامنے رہنے کے لئے اور محرم مرد بھی دیکھ لے تو حرج نہیں مگر ستر صرف شوہر دیکھ سکتا ہے۔

فحاشی کے اور راستے:

فواحش کے زمرے میں وہ حرکات بھی آتی ہیں جن کا ارتکاب اللہ تعالیٰ نے قابل تعزیر جرم قرار دے دیا ہے۔ اور وہ گناہ یہ ہے کہ عورتوں کے علاوہ اپنے ہم جنس کے ساتھ مباشرت کرنا ہے۔ دیکھئے (سورۃ العنکبوت۔ ۲۸)

''اور ہم نے لوطؑ کو بھیجا جبکہ اس نے اپنی قوم سے کہا تم تو وہ فحش کام کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا والوں میں سے کسی نے نہیں کیا۔ کیا تمہارا حال یہ ہے کہ مردوں کے پاس جاتے ہو اور اپنی مجلسوں میں برے کام کرتے ہو۔''

سوچئے ذرا ہم جنسی پرستی مردوں میں تو چلی ہی آرہی ہے مگر اب عورتوں میں اس کے جراثیم سرایت کر گئے ہیں امریکہ میں اب عام ہو چکی ہے کیونکہ عریانی جسم جو وہاں عام ہے اس ہم جنسی پرستی کی خشت اول ثابت ہو چکی ہے۔ سورۃ اعراف میں اس سلسلہ میں قرآن کیا کہتا ہے پڑھ لیں۔

ان اللہ لا یامر بالفحشاء

ترجمہ: اللہ بے حیائی کرنے کو نہیں کہتا۔'' مزید ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ: اے محمدؐ ان سے کہہ دو میرے رب نے جو چیزیں حرام کی ہیں وہ تو بے شرمی کے کام ہیں خواہ کھلے ہوں یا چھپے۔

اللہ نے یہ جنت منکرین دین پر حرام کر دیں جنہوں نے دین کو کھیل اور تفریح بنا لیا جنہیں زندگی نے اس فریب میں مبتلا کر دیا تھا۔ آگے پڑھئے ''تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے اپنی خواہش نفس پوری کرتے ہوئے یہ خوب سمجھ لیں اللہ تعالیٰ نے تمام ذی حیات النوع میں نر و مادہ کا فرق محض تناسل اور بقائے نوع کے لئے رکھا ہے تاکہ دونوں صنفوں کے افراد مل کر ایک خاندان وجود میں لائیں۔ اور اس سے تمدن کی بنیاد پڑے۔ اور ساتھ ہی ان کے جذب اور انجذاب میں ایک مخصوص لذت رکھی گئی جو فطرت کے منشاء کو پورا کرنے کے لئے بیک وقت داعی و محرک بھی ہے مگر اس کے برخلاف جو مرد یا عورت اس کے خلاف عمل کر کے اپنے ہم جنس سے شہوانی لذت حاصل کرتا ہے، وہ ایک ہی وقت میں اپنی طبعی ساخت اور نفسیاتی ترکیب سے جنگ کرتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ وہ فطرت کے ساتھ خیانت کا مرتکب ہوتا ہے اور انسانی اجتماع کے ساتھ کھلی بددیانتی کرتا ہے۔ قرآن اس بات پر نفرین کرنے کے ساتھ دیدہ دلیری پر بھی لعنت کرتا ہے جہاں بتاتا ہے کہ ''فحش کام چھپ کر بھی نہیں کرتے بلکہ اعلانیہ اپنی مجلسوں میں ایک دوسرے کے سامنے ارتکاب کرتے ہو۔ کیلیفورنیا میں کس قدر کلب ایسے ہیں جہاں اس ہم جنس پرستی، مرد مرد اور عورت عورت کے ساتھ

باقاعدہ اسٹیج پر تالیوں کی گونج 'شراب کے دور کے درمیان جاری رہتی ہے۔

''سورۃ نمل'' میں ارشاد ہوتا ہے۔

ترجمہ: کیا تم ایسے بگڑ گئے ہو کہ دیکھنے والی آنکھوں کے سامنے فحش کاری کرتے ہو''

اس فحاشی کے جراثیم بعض راستوں سے ہمارے وطن میں بھی داخل ہو چکے ہیں۔ اللہ محفوظ رکھے۔

کیا نماز فحاشی سے روکتی ہے:

قرآن کھول کر پڑھ لیں، بامعنی پڑھئے' صاف لکھا ہے کہ نماز فحاشی سے روکتی ہے کیا یہ سچ ہے' سچ ہی ہے۔ قرآن کے الفاظ۔ معاذ اللہ! ان کو غلط کہنے والا کافر ہے۔

مگر خوب سمجھ لیں کہ نماز صرف حرکات بدن اور آیات کے ورد کا نام نہیں ہے بلکہ قلب و ذہن کا وظیفہ ہے تاکہ آپ کے اخلاق و کردار کی قوت کا محرکہ بن جائے۔ نماز کے وصف مطلوبہ کو اگلے فقرے میں قرآن خود بتاتا ہے۔ رہی تلاوت تو اس کے متعلق یہ جان لینا چاہیے کہ جو تلاوت آدمی کے حلق سے تجاوز کر کے اس کے دل تک نہیں پہنچتی وہ اسے کفر' بے حیائی' فحاشی کی طغیانیوں کے مقابلے کی طاقت تو درکنار خود ایمان پر قائم رہنے کی قوت بھی نہیں بخش سکتی۔ جب کہ ایک حدیث میں اس کے متعلق فرمایا گیا ہے: ''وہ قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے (بخاری' مسلم' موطا)

یعنی تلاوت قرآن آدمی کے نفس کی اصلاح کرنے اور اس کی روح کو تقویت دینے کی بجائے اس کو اپنے خدا وحدہ لاشریک کے مقابلے میں اور زیادہ ڈھیٹ اور اس کے ضمیر کو بے حیا بنا دیتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ''قرآن حجت ہے تیرے حق میں یا تیرے خلاف'' (مسلم) یعنی اگر قرآن کی ٹھیک ٹھیک پیروی کرتا ہے تو وہ تیرے حق میں حجت ہے دنیا سے آخرت تک جہاں بھی تجھ سے باز پرس ہوگی تو اپنی صفائی میں قرآن پیش کر سکتا ہے کہ میں نے یہ کام اس پاک کتاب کے مطابق کیا۔ اگر تجھے معلوم ہو کہ تیرا رب تجھ سے کیا چاہتا ہے اور کس چیز سے روکتا ہے۔ منع کرتا ہے پھر بھی تو قرآن کے خلاف کرے تو قرآن تیرے خلاف حجت ہے۔ خدا کے حضور جب پیش ہوگا تو یہ کہہ کر معافی کا خواہستگار بن سکتا ہے کہ مجھے یہ معلوم نہ تھا۔ مگر پانچ وقت قرآن پڑھ کر تو یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے معلوم نہیں تھا۔

فحشاء اور منکرات کا اطلاق جن برائیوں پر ہوتا ہے انہیں انسان کی فطرت برا سمجھتی ہے اس کا ضمیر غلط جانتا ہے ایک حدیث ہے عمران بن حصین سے روایت ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا ''جس کی نماز نے اسے فحاشی اور برے کاموں سے نہ روکا اس کی نماز نے اس کو اللہ سے اور زیادہ دور کر دیا''...... ابن مسعودؓ نے حضور اقدس ﷺ کا قول سنایا: اس شخص کی کوئی نماز نہیں جس نے نماز کی اطاعت نہ کی اور اطاعت یہ ہے کہ آدمی فحاشی سے رک جائے۔ (ابن جریر) اسی مضمون کو عبداللہ بن مسعودؓ عبداللہ بن عباسؓ' حسن بصریؒ نے منقول کیا ہے (روح المعانی)　　(جاری ہے)

بحث ونظر

حضرت مولانا محمد عیسیٰ منصوری *

اجتہاد وقت کی اہم ضرورت

اجتہاد ختم نبوت کا ناگزیر تقاضا:

اجتہاد احکام شرعیہ کے چار بنیادی ماخذ میں سے ہے پھر یہ جناب نبی اکرمؐ پر نبوت ورسالت کا مکمل دور ختم ہونے کا ناگزیر تقاضا بھی ہے کہ قیامت تک وحی کے عدم نزول کے دور میں پیش آنے والے واقعات ومسائل کا وحی کے ساتھ رشتہ قائم رکھنے کی کوئی صورت موجود ہوتا کہ نسل انسانی ان امور میں وحی کی رہنمائی سے محروم نہ رہے۔ چنانچہ جناب رسول اللہؐ پر مکمل ہو جانے والی آسمانی وحی اور قیامت تک نسل انسانی کو پیش آنے والے مسائل ومشکلات کے درمیان اسی علمی ارتباط کا نام اجتہاد ہے جس کی بدولت اسلام دنیا کے ہر خطے اور نسل اور زمانہ کے لوگوں کے لئے ایک قابل العمل بلکہ واجب العمل نظام حیات کی حیثیت رکھتا ہے۔

اسلامی شریعت کی بنیادیں:

اسلام تغیر وثبات کا حسین امتزاج ہے ثبات کے بغیر کسی ادارے کو استحکام نصیب نہیں ہو سکتا اسی طرح تغیر حیات اجتماعی کے لئے ناگریز وسودمند ہے۔ کیونکہ زمانہ تغیر پذیر اور نمو وحرکت سے عبارت ہے اسی لئے ایک طرف وحی الٰہی یعنی قرآن وحدیث ثبات ودوام کا مظہر ہے لیکن چونکہ زمانہ برابر آگے بڑھتا جا رہا ہے اور زندگی کی خارجی شکلیں بدلتی رہتی ہیں نئے نئے مسائل وضروریات برابر پیدا ہوتی رہتی ہیں اس لئے اسلام نے دو اور بنیادیں فراہم کیں وہ اجماع وقیاس ہے تاکہ بدلتی ہوئی ضرورتوں اور مسائل کو وحی الٰہی کے ہم آہنگ کیا جاتا رہے یعنی اجتہاد کے ذریعہ قرآن وسنت کی روشنی ورہنمائی سے درپیش مسائل کا حل تلاش کیا جا سکے حاصل کلام شریعت مطہرہ کی پہلی دو بنیادیں غیر متبدل اور الوہی اور دوسری دو عقلی اور انسانی کہی جا سکتی ہیں یعنی مجتہد قرآن وسنت میں گہری بصیرت واجتہاد سے کام لے کر شریعت کا وہ حکم معلوم کر لیتا ہے جسے عام آدمی کی سطحی نظر نہیں پاتی۔ قرآن وسنت درحقیقت قوانین اسلامی کا ماخذ ہیں وہ اصول وکلیات دیتے ہیں۔ انہیں مستقل قوانین (Substantire Laws) کہا جا سکتا ہے مجتہدین کرام ان کی روشنی میں ہر دور کے مسائل کا حل دریافت کرتے ہیں اور انسانی تمدن کا ارتقاء اس امر کا متقاضی ہے کہ قانون سازی میں بھی

---

* چیئرمین ورلڈ اسلامک فورم، یو۔کے

تسلسل برقرار رہے۔ جس طرح پہلے ذکر کرآئے ہیں کہ قرآن حکیم میں اصلاً فقہ کی اصول کلیات بیان کئے گئے ہیں جہاں کہیں قرآن نے جزوی فقہی مسائل بیان کئے وہاں بھی قرآن حکیم کا اصل حدف یہ ہے کہ ان جزئیات سے کلیات کا استنباط کیا جائے البتہ تشریحات نبویؐ میں ہوتی ہیں ہمیں اصول بھی ملتے ہیں اور جزئیات بھی۔ صحابہ کرامؓ میں جن صحابہ کرامؓ کا مجتہدین صحابہؓ میں شمار ہوتا ہے ان میں حضرات خلفأ راشدین کے علاوہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت عائشہؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت معاذ بن جبل وغیرہ نمایاں ہیں مگر سب سے زیادہ جن صحابہ نے استنباط واجتہاد سے کام لیا اور ان کے فقہی مذاہب بعد کے فقہاو مجتہدین کے لئے ماخذ قرار پائے ان میں چار صحابہ سب سے ممتاز ہیں حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت عبداللہ مسعودؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ۔

اجتہاد دور نبوی اور دور صحابہ میں:

الغرض اجتہاد کا یہ عمل جناب نبی اکرمؐ کے دور میں ہی شروع ہو گیا تھا لیکن نبی اکرمؐ کے اجتہادات کو چونکہ وحی الٰہی کی تائید یا سکوت کی صورت میں خود وحی الٰہی کا درجہ حاصل ہے اس لئے اصطلاحی معنوں میں اجتہاد کا آغاز حضرات صحابہ کرامؓ کے دور سے شمار کیا جاتا ہے۔ جو اس وقت سے مسلسل جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔ جب رسول خداؐ اس دنیا سے تشریف لے گئے اس وقت امت مسلمہ کے کتب خانہ میں صرف کتاب اللہ اور آپ کی مبارک احادیث کا ہی ذخیرہ تھا خوش قسمتی سے ملت اسلامیہ کو دوسری تیسری صدی ھجری ہی میں ابوحنیفہ، مالک شافعی، احمد بن حنبل جیسے علمأ فقہاو مجتہدین میسر آ گئے جنہوں نے بروقت اسلام کی وسعت اور زمانہ تمدنی حالات سے پیدہ شدہ ہزاروں لاکھوں مسائل کا اجتہاد کے ذریعہ واضح حل پیش کر دیا۔ اور قرآن وسنت کی روشنی میں صحیح راہ عمل متعین کی۔

اجتہاد کا دروازہ بند ہونے کے متعلق عمومی غلط فہمی:

علمأ کے اجتہاد کا دروازہ بند کرنے کے متعلق منظم پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے۔ مولانا زاہد الراشدی رقمطراز ہیں۔ عرصہ سے اجتہاد کے بارے میں ایک بات تسلسل سے کہی جارہی ہے کہ پہلی تین چار صدیوں کے بعد اجتہاد کا دروازہ علمأ نے بند کر دیا ہے جس کی وجہ سے اب کوئی مستقل مجتہد سامنے نہیں آرہا لیکن یہ غلط فہمی علوم وفنون کی تشکیل و تدوین کے مراحل سے بے خبری کا نتیجہ ہے ورنہ اجتہاد کا دروازہ کسی دور میں بند نہیں ہوا۔ اور تمام کمزوریوں کے باوجود یہ عمل آج بھی جاری ہے۔ البتہ اجتہاد کے اصول وقواعد کی ترتیب وتدوین کا دروازہ ضرور بند ہوا ہے۔

اور یہ ایک منطقی اور فطری عمل ہے، دنیا میں مختلف علوم وفنون کے آغاز، تشکیل تدوین، ترقی وکمال کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو یہ بات سب میں مشترک نظر آتی ہے وحی کے نزول کا بعد مسلم معاشرہ کی ضرورت کے پیش نظر تمام اسلامی علوم وفنون میں یہ قدر مشترک ہے کہ پہلی دو تین صدیوں میں ہر علم وفن کے قواعد وضوابط وضع ہوئے پھر رفتہ رفتہ اس نے ایک باضابطہ علم کی حیثیت اختیار کر لی جیسا علم نحو وصرف کے قواعد وضوابط کی ترتیب کا ایک دور تھا۔ اس دور میں مختلف

آئمہ نحو اور ماہرین نے قواعد وضوابط وضع کئے جو قیامت تک اس علم کی بنیاد بن گئے اب ان بنیادی ضوابط کے دائرے میں رہتے ہوئے ان کی تشریح وتعبیر اور اضافی قواعد کی تدوین کا دروازہ ضرور کھلا ہے اور ہر باصلاحیت کا حق ہے کہ وہ اس جولانگاہ میں اپنے رہوار وفکر کو جہاں تک اس کے بس میں ہو دوڑاتا چلا جائے۔ اس طرح فقہ میں مجتہدین مطلق نے شروع صدیوں میں اجتہاد کے اصول وقواعد وضوابط وقوانین وضع کر دیئے اب اجتہاد کے بنیادی قواعد وضوابط کے وضع وتدوین کا باب ضرور بند ہے اور اسے علماً وفقہا نے بند نہیں کیا بلکہ اس کے پیچھے فطری اور تاریخ کا تسلسل کارفرما ہے لیکن درپیش مسائل میں اجتہاد کا دروازہ قیامت تک ہر دور میں کھلا رہے گا۔

اجتہاد کے عمل کے ٹھہر جانے کے چند تاریخی وتمدنی عوامل واسباب:

اصل مسئلہ اجتہاد کے باب کا کھلا ہونا یا بند ہو جانا نہیں ہے بلکہ آج کے دور میں انسانی معاشرہ وتمدن کو درپیش مسائل اور اجتہادی عمل کے درمیان پائی جانے والی وسیع خلیج ہے کہ سائنس وٹیکنالوجی کی تیز رفتار ترقی اور انسانی تمدن کے روزافزوں ارتقاء کے اس دور میں ہر وقت رہنمائی کی کمی کا ہے۔ اس کا باعث اجتہاد کی بندش نہیں بلکہ اجتہاد کے جاری وساری عمل کو بروقت اور صحیح طور پر استعمال میں نہ لانا ہے مسائل حاضرہ اور اجتہادی عمل کے درمیان پائی جانے والی خلیج یا اجتہاد کے عمل کے بظاہر ٹھہر جانے اور بروقت مسائل میں رہنمائی نہ کر سکنے کے ۳ تاریخی وتمدنی عوامل و اسباب ہیں۔

۱۔ ایک ہزار سال قبل اسلامی اعتقادات واعمال پر یونانی فلسفہ کی یلغار کے دور میں ہمارے علماً نے اس فلسفہ کی ماہیت اور مضرات کا صحیح طور پر ادراک کر لیا تھا اور اس سے کماحقہ واقفیت حاصل کر کے اسی کی زبان میں اس کے توڑ اور مقابلہ کی فضا پیدا کر دی تھی۔ جس کی وجہ سے یونانی فلسفہ اسلامی اعتقادات پر حملہ میں کامیابی حاصل نہ کر سکا۔ مگر تقریباً دوسو برس پہلے عالم اسلام پر مغرب کی علمی وفکری اور تمدنی یلغار کے وقت جب مغرب اپنے عسکری سیاسی بالادستی، سائنسی ایجادات وانکشافات، صنعتی ترقی کے پہلو بہ پہلو لادینی فلسفہ حیات کی پیش رفت کے موقعہ پر ہمارے علمی ادارے اور شخصیات اس ہمہ جہتی یلغار کی نوعیت وماہیت اور نفع ونقصان کا صحیح طور پر ادراک نہ کر سکے اور رازی، غزالی، ابن رشد، ابن تیمیہ کی طرح حملہ آور فلسفہ وتمدن اور مغربی علوم کا کماحقہ مطالعہ کر کے برابر کی سطح پر مقابلہ کرنے کی بجائے دفاعی پوزیشن اختیار کر لی گئی۔ علماً نے بے سروسامانی اور مقاومت کی طاقت نہ ہونے پر شروع میں وقتی حکمت عملی کے تحت دفاعی پوزیشن اختیار کی تھی اور ان کا ارادہ تیاری کر کے اقدام کرنے کا تھا مگر بدقسمتی سے بعد والوں نے اس وقتی حکمت عملی ہی کو اپنا دائمی اور اصل موقف قرار دے دیا۔ جس کا نتیجہ آج ہمارے سامنے ہے کہ مغرب کا لادینی فلسفہ امت مسلمہ کے تقریباً تمام طبقات کے ذہنوں میں غیر شعوری ارتداد کی کمین گاہیں بنانے میں کامیاب ہو چکا ہے حتیٰ کہ اسلام کا فلسفہ حیات نظام افکار معاشرت ان کے لئے اجنبی بن کر رہ گیا ہے۔

درپیش مسائل میں اجتہاد کی ضرورت کن لوگوں کے لئے

بدقسمتی سے گزشتہ صدی میں مغربی فکر و فلسفہ نظام تعلیم اور طرز معاشرت نے عام اسلام میں ایک ایسے طبقہ کو وجود دیا ہے جو اسلام کو از کار رفتہ اور فرسودہ خیال کرتا ہے اور اپنی زندگی عقل و خواہشات کے مطابق بسر کرنا باعث فخر سمجھتا ہے۔ وہ جب دیکھتا ہے کہ احکام الٰہی اس کی خواہشات اور من مانی طرز زندگی میں رکاوٹ ہیں تو شریعت کی پابندی سے بچنے اور رخصتوں کے حصول کے لئے اجتہاد کی بات کرنے لگتا ہے۔ مغرب زدہ یہ طبقہ آج کی اصطلاح میں ترقی پسند ماڈرن اور لبرل کہلاتا ہے۔ مگر دور نبوت کی زبان میں اسے نفاق سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ قرآن کی اصطلاح میں اللہ اور اس کے رسول کی منشاء اور مرضی معلوم ہو جانے کے بعد بھی اگر کوئی اپنی مرضی اور خواہشات پر باقی رہتا تو وہ منافق کہلاتا تھا۔ یہ بات خوب اچھی طرح ذہن نشین رہنی چاہیے کہ اجتہاد کی ضرورت ان لوگوں کے لئے ہے جو حتیٰ الامکان اسلام پر عمل پیرا ہیں جدید حالات اور سائنسی و تمدنی ارتقاء سے جو مسائل پیدا ہوئے ہیں علماء مجتہدین قرآن و سنت میں گہرے غور و خوض کے بعد ان مسائل میں وحی الٰہی کی روشنی میں رہنمائی کی ضرورت محسوس کریں نہ کہ ان لوگوں کے لئے جو اپنی خواہشات اور مغربی تمدن و طرز حیات پر مصر رہ کر اسلام میں کتر بیونت اور توڑ مروڑ کر کے رخصتوں اور آسانیوں کے خواہش مند ہیں۔ اگر اس دوران ہمارے علمی ادارے اور دینی مراکز سائنسی علوم صنعت، حرفت و ٹیکنالوجی اور مغربی علوم و فلسفہ سے واقفیت اور اس کی تعلیم کے دروازے بند نہ کر لیتے اور خود اعتمادی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہی علوم کے ہتھیاروں کو ان کے مقابلہ کے لئے اختیار کرتے تو آج مغرب کا لادینی فلسفہ مسلمانوں کے اعتقادی نظریاتی قانونی معاشرتی اور تہذیبی ڈھانچہ کے لئے اس قدر کھلا چیلنج نہ بن جاتا بدقسمتی سے ایک غیر دانشمندانہ طرز عمل ہمارے علمی و دینی اداروں میں جاری ہے حملہ آور فلسفہ و نظام حیات کا مطالعہ تو دور کی بات ہے ان کی زبان تک شجرہ ممنوعہ بنی ہوئی ہے۔

دور غلامی اور دور آزادی کی ترجیحات:

دوسرا سبب گزشتہ دو صدیوں کے دور غلامی میں دینی مدارس اور ان کے نظام تعلیم کا بنیادی ہدف اسلامی عقائد، دینی علوم، مسلم معاشرت و تمدن کا تحفظ تھا اس لئے دینی مدارس کے نصاب و نظام تعلیم کی ترجیحات اسی تحفظ و دفاع کے گرد گھومتی ہیں اور معاشرت میں شرعی احکام و قوانین کی تطبیق و تنصیف ان کے اساسی اہداف میں نہیں تھی اور نہ ہیں دور غلامی کا اصل کام اپنے اسلاف کے طرز عمل پر مضبوطی سے قائم رہنا یعنی ان کی مکمل تقلید اور آزادی کی جدوجہد کرنا ہے اس لئے فطری طور پر اسلامی قوانین کی تطبیق و تنقید سے متعلقہ اجتہادی عمل دینی مدارس کی ترجیحات میں جگہ نہ پا سکا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ دینی مدارس سے فارغ ہونے والے علماء کی غالب اکثریت اجتہاد کی اہمیت و ضرورت معاشرہ میں اس کے حقیقی کردار اور اس کی صلاحیت و استعداد کے تقاضوں سے یکسر بے خبر ہے۔ یہاں یہ حقیقت پیش نظر رہے

کہ ہمارا علمی وفکری تنزل وزوال بہت پہلے سے شروع ہو چکا تھا۔ اور ساتویں صدی ھجری میں تاتاریوں کی یلغار کے ساتھ علمی وفکری زوال تیزی سے گرا۔ چنانچہ محدث شہیر علامہ محمد انور شاہ کشمیری کی وفات پر علامہ اقبال اور مصر کی مشہور ومعروف شخصیت علامہ زاہد الکوثری نے اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ گزشتہ ۵ صدیوں نے حدیث فقہ اور علوم شریعت میں اسی مجتہدانہ نظر وبصیرت رکھنے الی عبقری شخصیت پیدا نہیں کی۔ عصر حاضر میں اجتہاد کا عمل کے رک جانے کی تیسری سب سے بڑی وجہ مسلم ممالک کا سیاسی انحطاط اور حکومت واقتدار کا چھن جانا ہے جب کوئی قوم عسکری وسیاسی طور پر مغلوب وشکست کھا جاتی ہے تو اس کا نتیجہ صرف یہی نہیں ہوتا کہ حکومت واقتدار سے محروم ہو جائے بلکہ اسکے اثرات مفتوح ومغلوب اقوام کے ذہن وفکر علوم وافکار تمدن ومعاشرت کے ہر تر پہلو کو محیط ہو جاتے ہیں۔ بقول اقبال:

غلامی میں نہ کام آتی ہے شمشیریں نہ تدبیریں

اجتہاد کے رک جانے کی چوتھی بڑی وجہ اقتدار کا چھن جانا:

اجتہاد کے رک جانے کی چوتھی بڑی وجہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے اقتدار کا چھن جانا ہے اور مغرب کے سیاسی غلبہ کے بعد مسلم معاشرہ پر اسلامی لاء اور قوانین نافذ نہیں رہے۔ کوئی نظام جب تک معاشرہ میں نافذ العمل رہتا ہے۔ معاشرہ کی بدلتی ہوئی صورت حال پر نظر رکھتا ہے۔ اور نئے پیش آمدہ مسائل وضروریات اور قانون میں مطابقت پیدا کرتے رہنا۔ قانون اور اس کے متعلق اداروں کی ذمہ داری ہوتی ہے مگر بیشتر مسلم ممالک میں استعماری قوتوں کے تسلط کے دور میں یہ صورت قائم نہ رہ سکی ان ممالک کے قانون اور نظام بدل گیا اس صورت حال نے اسلامی احکام وقوانین کی اجتماعیت وبرتری کا تصور مجروح کر دیا۔ اب شرعی احکام وقوانین پر چلنا فرد کا ذاتی واختیاری معاملہ رہ گیا یہ انفرادیت ومحدود سوچ اجتہادی عمل پر غالب آگئی اور معاشرہ کے اجتماعی مسائل ومشکلات کو اجتہاد کے ذریعہ حل کرنے کا کوئی مربوط نظام باقی نہ رہا چونکہ علماً طویل عرصے تک دفاع وتحفظ کے نظام کے خوگر ہو چکے تھے اس لئے ان ملکوں کے آزاد ہونے کے بعد بھی ہمارے علمی ودینی ادارے دور غلامی کی ترجیحات سے پیچھا نہ چھڑا سکے۔ اور آزاد قوم وملت کے شایان شان علمی وفکری ترجیحات اختیار نہ کر سکے۔

بیسویں صدی نصف آخر میں جب عالم اسلام کو سیاسی طور پر آزادی ملی اس وقت تک ان کے ذہن وفکر مغرب کی علمی وفکری اور تمدنی غلامی میں بری طرح جکڑے جا چکے تھے اور سب سے بڑا ظلم یہ ہوا کہ علماً نے غلامی کے دور میں عصری علوم وفنون خاص طور پر سائنس وٹیکنالوجی سے اپنے آپ کو بالکل کاٹ لیا اس طرح وہ زمانہ سے منقطع ہو گئے۔

فقہا کیلئے عصری حالات وعلوم سے آگاہی اور واقفیت کی ضرورت:

اجتہاد کے لئے بنیادی ضرورت زمانہ سے پوری طرح باخبر ہونا بھی ہے فقہا اسلام کا قول مشہور ہے

ومن لم لعرف اھل زمانہ فھو جاھل جواپنے زمانے سے واقف نہ ہو وہ عالم نہیں جاہل ہے۔ اس لئے کہ کسی بھی مسئلہ یا سوال کا اہم ترین حصہ اس کی ضرورت واقعہ وصورت مسئلہ یعنی سمجھنا ہے اسی لئے کہا گیا ہے: ان تصویر المسئلۃ نصف العلم جب صورت مسئلہ واضح نہ ہو اس وقت تک جواب صحیح نہیں دیا جاسکتا اور صورت مسئلہ کو صحیح سمجھنے کے لئے حالات حاضرہ اور مسائل جدیدہ سے واقفیت ضروری ہے۔

چنانچہ فقہ حنفی کے مدون امام محمد بن شیبانی کا معمول تھا کہ وہ تاجروں کے پاس بازاروں میں جاتے اور دیکھتے کہ تاجر آپس میں کس طرح معاملات کرتے ہیں۔ ایک بار کسی نے پوچھا۔ آپ کتاب کے آدمی ہیں یہاں کیا کر رہے ہیں تو فرمایا کہ میں یہاں اس لئے آیا ہوں کہ معلوم کرسکوں کہ تجار یا تجارت کا عرف (   ) کیا ہے۔ ورنہ میں صحیح مسئلہ نہیں بتا سکتا۔ ایک فقیہ کی صرف یہ ذمہ داری نہیں ہوتی کہ کہہ دے فلاں چیز حرام ہے بلکہ متبادل جائز راستہ نکال کر دینا بھی اس کی ذمہ داری ہے۔ فقہاء کے کلام میں یہ نظر آتا ہے کہ جہاں کہہ دیا حرام ہے پھر یہ کہتے ہیں والمخرج کذا یعنی متبادل راستہ بھی بتاتے ہیں اور یہ متبادل راستہ بتانا زمانہ کے معاملات حالات وعلوم سے کما حقہ آگاہی کے بغیر ممکن نہیں۔

ہر دور میں قانون اسلامی کی تدوین جدید کی ضرورت:

واقعہ یہ ہے کہ اسلامی قانون وفقہ نہایت وسیع اور تعبیر پذیر قانون ہے وہ ایسے ابدی اور لچکدار اصول پر قائم ہے جو کبھی فرسودہ اور از کار رفتہ نہیں ہوسکتے۔ جس میں زندگی کے تغیرات وترقیات کا ساتھ دینے کی پوری صلاحیت ہے اور جس کی موجودگی میں کسی وضعی اور انسانی قانون بنانے کی ضرورت نہیں رہتی۔ ہر زمانہ میں جب کبھی ضرورت پیش آئی اور نئے مسائل پیدا ہوئے علماء اسلام نے اپنے پیشوائمہ مجتھدین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مسائل کا صحیح حل پیش کیا اور کسی دور میں امت مسلمہ کو یہ احساس نہیں ہونے پایا کہ زندگی کے بڑھتے ہوئے مسائل کی رہنمائی سے فقہ اسلامی قاصر ہے۔ حتی کہ مسلمانوں کے سیاسی زوال وانحطاط کے ساتھ ساتھ علمی واجتہادی زوال شروع ہوا اور جمود وتعطل نے اجتہاد کی جگہ لے لی عصر حاضر کے عظیم مفکر مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے اٹھارویں صدی سے نصاب تعلیم میں جمود وتعطل کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

''فقہ وقانون اسلامی میں توسیع واضافہ اور ان نئے مسائل میں (جو جدید اکتشافات نئی اقتصادیات اور نئی تنظیمات نے پیدا کردیئے تھے اجتہاد سے کام لینا چھوڑ دیا گیا اجتہاد جو ایک اعلیٰ نازک اور نہایت ضروری شرائط کے ساتھ بہر حال علماء اسلام کا فریضہ اور بدلتے ہوئے زمانہ کی رہنمائی کا ذریعہ تھا عملاً معطل ومسدود ہوگیا اور ایک معاصر عرب عالم کے الفاظ میں علماء کے نزدیک اس دروازے کا کھولنا تو شرعاً ممنوع نہیں تھا مگر جس کنجی سے کھل سکتا تھا وہ عرصہ سے گم تھی'' (اسلام اور مغربیت کی کشمکش، صفحہ ۲۶۹)

مسلمانوں کے تنزل کا بنیادی سبب جہاد و اجتہاد کا فقدان:

حقیقت یہ ہے کہ اس امت بالخصوص علماءِ امت کا نصب العین دنیا کی امامت قیادت و رہنمائی ہے۔ یہ انتہائی بڑی نازک اور وسیع صفات کو متقاضی ہے اس میں ذاتی صلاح و تقویٰ اور عدل اجتماعی کے ساتھ ساتھ جہاد و اجتہاد کی اہلیت و قابلیت لازمی ہے اگرچہ یہ دو لفظ نہایت سادہ اور ہلکے ہیں مگر معانی و مطالب سے لبریز جہاد سے فرار دنیا پر وحی و قانون الہیٰ کے غلبہ کے لئے ہر ممکن طاقت وسائل صرف کر دینا اور اجتہاد کے معنی احکام و قانون الہیٰ کے غلبہ کی راہ میں جو مسائل و مشکلات درپیش ہوں ان میں وحی الہی کی روشنی میں مطابقت پیدا کرنا اسی لئے مفکر اسلام مولانا ابوالحسن علی ندویؒ اپنی شہرآفاق کتاب انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر میں مسلمانوں کے تنزل کے اسباب میں تنزل کا پہلا سبب پر جہاد و اجتہاد کے فقدان کا عنوان قائم کیا ہے۔ جب جہاد قیامت تک جاری رہنا ہے تو لازمی طور پر اجتہاد بھی جاری رہنا چاہیے۔ اور اس جہاد کا تقاضا ہے کہ انسان اسلام سے بخوبی واقف ہو جس کی خاطر جہاد کر رہا ہے اسی طرح کفر و جاہلیت جس کے خلاف جہاد کر رہا ہے سے بھی گہری واقفیت رکھتا ہو۔ حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ مجھے خطرہ ہے کہ وہ شخص اسلام کی کڑیاں بکھیر دے گا جس نے اسلام میں نشو و نما پائی مگر وہ جاہلیت کو نہیں پہچانتا۔ اور یہ جاہلیت و کفر کی پہچان زمانہ کے حالات اور علوم و فنون سے کماحقہ واقفیت کے بغیر ممکن نہیں ایک مسلمان کی بہ نسبت علماءَ کے لئے زیادہ ضروری ہے کہ وہ کفر و جاہلیت کی مکمل پہچان رکھتے ہوں۔ اور یہ فریضہ زمانہ کے احوال اور عصری علوم و فنون سے منقطع ہو کر کیسے انجام دیا جاسکتا ہے۔

عصری مسائل کا بروقت واضح جواب نہ دینے کے نقصانات:

آج دنیا کے موجودہ قومی و بین الاقوامی، سیاسی، معاشی، سماجی ظروف و احوال نے سینکڑوں ہزاروں مسائل پیدا کر دیئے ہیں۔ اور بدقسمتی سے علماءَ اسلام کی طرف سے بروقت واضح جواب اور حل سامنے نہ آنے کی وجہ سے اب لوگ اپنے طور پر راہیں نکال رہے ہیں۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ لکھتے ہیں۔ کہ مذاہب و ملل کی تاریخ بتاتی ہے کہ ایسے موقع پر جب کبھی حاملین شریعت و ماہرین فقہ نے سستی و کاہلی اور لیت و لعل سے کام لیا تو تشکر و الحاد اور ذہنی انتشار کا دروازہ کھل گیا اور عوام کا حال بے نگہبان کا ریوڑ کا سا ہو گیا اور لوگوں نے علماءَ کے فیصلہ کا انتظار کئے بغیر اپنا کام شروع کر دیا پھر تاریخ یہ بھی بتاتی ہے کہ پھر دوبارہ ان کو جادہ شریعت پر لانا انتہائی دشوار ہو گیا'' (اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش)

غرض زمانہ کے انقلابات اور سائنس و ٹیکنالوجی کی روزافزوں ترقیات جو بے شمار مسائل پیدا کر رہی ہے اس کا واضح اور دوٹوک جواب اور حل علماءَ اسلام کا ایک ایسا فریضہ ہے جس سے مفر نہیں۔ موجودہ صورت حال کو ایک واضح مثال سے یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ شاہرہ پر No Entry ممنوع الدخول کا بورڈ لگا دیا جائے مگر متبادل راستہ فراہم نہ کیا جائے تو راہ گزر سے کبھی توقع نہیں رکھنی چاہیے کہ وہ اس شاہرہ پر چلنے سے باز رہیں گے۔ فطری طور پر کسی چیز سے منع

کرنے سے پہلے اس کا متبادل پیش کیا جانا چاہیے اجتہاد کے عمل کا محدود ہو جانا جس سے معاشرہ میں شرعی قوانین کی تطبیق وتنفیذ ہوتی رہتی تھی۔ یہ چیز مسلم ممالک میں اسلامی نظام کے عملی نفاذ کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ اجمالی طور پر یہ کہہ دینا ہرگز کافی نہیں کہ قرآن وسنت میں سب کچھ موجود ہے بلاشبہ قرآن وسنت میں سب کچھ موجود ہے مگر اسے اجتہاد و استنباط کے ذریعہ جانکاہی کر کے عصری قوانین کے طرز پر مرتب کرنے کی ضرورت ہے علماً اسلام کے لئے یہ وقت کا بہت بڑا چیلنج ہے اجتہاد جیسے اہم موضوع پر شریعت اسلامی کی صحیح ترجمانی و رہنمائی اور فقہ کا معتدل و عصر حاضر میں قابل عمل نقطہ نظر پیش کرنے میں تاخیر سے مسلم نوجوانوں کے اذہان میں طرح طرح کے وساوس پیدا ہونے کا اندیشہ ہے اور اس سے اسلام کے عصر حاضر میں رہنمائی سے قاصر رہنے کے تصور کا عظیم مفسدہ کا دروازہ کھل جانے کا خطرہ ہے اس کی طرف فوری توجہ کرنا علماً کا اولین فریضہ ہے۔ اور دین کی عظیم ترین خدمت بھی۔

اجتہاد کے متعلق ایک غلط فہمی کا ازالہ:

ہمارا منشاء ہرگز ہرگز یہ نہیں ہے کہ فقہ اسلامی کے بے مثال ذخیرہ کو نظر انداز کر کے از سر نو قرآن وسنت سے قوانین وضع کئے جائیں بلکہ اس ذخیرہ کو سامنے رکھ کر اس سے پوری طرح استفادہ کرتے ہوئے قدم آگے بڑھائیں جائیں۔ مفکر اسلام سید ابوالحسن علی ندویؒ لکھتے ہیں:

''فقہ اسلامی کی جدید ترین توسیع کا کام کسی نئے قانون کی بنیاد رکھنے کے مترادف نہیں جس کیلئے نئے اصول وضع کرنے اور ایک چیز کو عدم سے وجود میں لانے کی ضرورت ہو اسلامی فقہ قانون کا وہ عظیم سرمایہ ہے اور انسانی ذہانت و محنت کا وہ عجیب وغریب نمونہ ہے۔ جس کی نظر دنیا کے قانونی ذخیروں میں ملنی مشکل ہے یہ زندگی کے بہت بڑے حصے اور عصر قدیم کے اکثر حالات پر حاوی ہے صرف اس کی ضرورت ہے کہ حکیمانہ کلیات واصول (جو سراسر قرآن وحدیث پر مبنی ہیں) نئے جزئیات کا استنباط کیا جائے (اسلامیت و مغربیت کی کشمکش ص ۷۷)

علما اسلام کے کرنے کے اصل کام:

بجائے اس کے کہ علماً مسلم ممالک کے حکام اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ (جن کے ہاتھوں میں ملکوں کی باگ ڈور ہے) کو مطعون کریں کہ وہ باوجود قدرت کے اسلامی قوانین و دستور نافذ نہیں کر رہے۔ اس بات کی بڑی حد تک بجا اور درست ہونے کے باوجود اس وقت کا علمی و مثبت کام یہ ہے کہ ہر مسلم ملک سے اور بین الاقوامی طور پر جلد از جلد ایسا دستور و آئین مرتب کیا جائے جو تمام شعبہ حیات کو محیط ہو اور آج کے اٹھنے والے تمام معاشرتی تمدنی اقتصادی سائنسی سوالات کے شافی وتسلی بخش جواب پر مشتمل ہو۔

زمانے کے احوال بتا رہے ہیں کہ اب مغرب کا مکر و فریب زیادہ دن تک چلنے والا نہیں ہے مغربی تمدن اور نظامِ حیات اپنی طبعی عمر پوری کر چکا ہے۔ مغرب کے تمام فلسفوں اور نظاموں کی ناکامی اور مغرب کی اسلام دشمنی طشت

از بام ہو چکی ہے' اور جدید تعلیم یافتہ مسلم نوجوانوں کے ذہن سے مغرب کا سحر ٹوٹ چکا ہے۔ ہر مسلم ملک میں خاصے معتد بہ تعداد میں نوجوان سنجیدگی سے سوچنے لگے ہیں کہ مغرب کے نظام قانون و اخلاق' تمدن نے انسانیت بالخصوص مشرقی ممالک کا صرف استحصال ہی کیا ہے۔ اور اسلام میں تمام انسانی مصائب کا حل اور تمام اٹھنے والے سوالات کا تسلی بخش جواب پیش کرنا ہے۔

ہر دور کے علماً وزعما کے دلوں میں اجتہاد کی ضرورت کا احساس:

برصغیر کے عظیم مفکر اور مشہور شاعر علامہ اقبال نے آج سے تقریباً پون صدی پیشتر فقہ کی تدوین جدید کے کام کی اہمیت وضرورت محسوس کر کے بجا طور پر لکھا ہے۔

''میرا عقیدہ ہے کہ جو شخص زمانہ حال کے جورس پروڈنس (Jurisprdence) اصول قانون پر تنقیدی نظر ڈال کر احکام قرآنیہ کی ابدیت کو ثابت کرے گا وہی اسلام کا مجدد ہوگا اور بنی نوع انسان کا سب سے بڑا خادم بھی وہی شخص ہوگا تقریباً تمام ممالک اس وقت اپنی آزادی کے لئے لڑ رہے ہیں یا قوانین اسلامیہ پر غور کر رہے ہیں۔ غرض یہ وقت عملی کام کا ہے کیونکہ میری ناقص رائے میں اسلام گویا زمانہ کی کسوٹی پر پرکھا جا رہا ہے۔ اور شاید تاریخ اسلام میں ایسا وقت اس سے پہلے کبھی نہیں آیا' (اقبال نامہ حصہ اول ص ۵۰) علامہ اقبال کے دل میں اس کام کی شدید خواہش تھی اور اس کام کے لئے انہوں نے محدث شہیر علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری کا انتخاب کر کے علامہ کشمیری کے لئے لاہور بادشاہی مسجد کی خطابت اور اسلامیہ کالج میں شعبہ اسلامیات کی سربراہی کے لئے کوششیں شروع کر دی تھیں علامہ اقبال بجا طور پر سمجھتے تھے کہ علامہ کشمیری کے سامنے زمانہ کے تقاضوں اور ضرورتوں اور مسائل کو پیش کرنا کے لئے وہ خود سب سے زیادہ موزوں و اہل ہیں مگر افسوس علامہ کشمیری لاہور آنے کا وقت نہ نکال پائے۔ کاش اس کام کی ابتداء برصغیر کی ان دو عظیم ترین شخصیات سے ہو جاتی۔ اس کے بعد بھی علماً کرام کے دلوں میں وقت کی اس عظیم ترین ضرورت کا تقاضا برابر اٹھتا رہا اور یہ مسئلہ ان کے لئے سوہان روح بنا رہا۔ چنانچہ تقریباً چالیس سال پہلے علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد رشید اور جانشین حضرت علامہ یوسف بنوریؒ نے اس مسئلہ پر نہایت دلسوزی سے علماً امت کے لئے لمحہ فکریہ کے عنوان سے طویل اور دردمندانہ مضمون تحریر فرمایا جس میں بڑی حسرت سے لکھا:

''برطانوی دور استعمار میں یہ توقعات ختم ہو گئی تھیں کہ دوبارہ اسلامی قانون کے ظل ہمایونی میں مسلمان زندگی بسر کر سکیں گے اسی لئے اس طرف توجہ نہ ہو سکی کہ یہ اکابر جدید طرز پر اسلامی قوانین مرتب فرماتے آج کی ضرورتیں ان کے پیش نظر ہوتیں تو یقیناً جس طرح سلطان اورنگ زیب عالمگیر کے دور ہمایونی اور ان کی سرپرستی میں علماً امت نے فتاویٰ ہندیہ عالمگیریہ مرتب فرمائی تھی ٹھیک اسی طرز پر دورِ حاضر کے فتاویٰ اور تضاد کے لئے اسلامی قانون بھی مرتب فرماتے اور کم از کم (ترکی خلافت کے آخری دور کے) المجلة العدلیہ کے طرز پر مکمل دستور العمل تیار ہو جاتا۔ رہ

رہ کر یہ خیال آتا کہ کاش اپنے وقت کے پانچ اکابر امام العصر علامہ انور شاہ کشمیریؒ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندی، حضرت مفتی کفایت اللہ دہلویؒ اور حضرت مولانا سجاد بہاریؒ ایک جگہ بیٹھ کر یہ خدمت انجام دے لیتے تو آج امت کا کتنا بوجھ ہلکا ہو جاتا۔ (اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔)

اب ان ہستیوں کو کہاں سے لایا جائے قضیۃ و لا ابا حسن لھا بہر حال ان حضرات کے دور میں ان علمی مراکز میں اگر تربیتی ادارے قضاء افتا، قانون اسلامی کے قائم ہو جاتے تو آج یہ پریشانی و دقت جو ہمیں پیش آ رہی ہے یہ تو نہ ہوتی۔ اب تو یہ فریضہ عہد حاضر کے علماً کے ذمہ ہی عائد ہوتا ہے۔ (بینات کراچی بابت شعبان ۸۴ ص ۵۵)

علامہ بنوری کی عصری مسائل میں اجتہاد کے لئے بیقراری:

علامہ بنوری کے نزدیک اجتہاد کے اس کام کی اہمیت اس قدر تھی کہ آپ کی بے چینی کا یہ عالم تھا کہ آپ نے پاکستان کے مشہور سیاسی و دینی رہنما حضرت مولانا مفتی محمود تک کو مخاطب کر کے اس مضمون میں یہ الفاظ لکھے:

ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ حضرت علامہ مفتی محمود صاحب ممبر قومی اسمبلی بھی انتہائی احتیاط اور دقت نظری کے ساتھ شرعی حیثیت سے جائزہ لیں بلکہ استخارہ فرمائیں کہ اس وقت دین کی اہم ترین خدمت ان کے حق میں قومی وصوبائی اسمبلیوں میں ممکنہ حد تک طاقت وعددی اکثریت حاصل کرنا ہے یا ان اہم ترین مسائل حاضرہ میں ملک کی دینی رہنمائی کرنا اور قانونِ مملکت اسلامی مرتب کر کے دنیا کے سامنے پیش کر دینا ہے اس سے قبل کہ ملاحدہ وزنارقہ (تجدد پسند مغرب زدہ سیکولر عناصر) کا منظم وسرگرم کارگروہ کتاب وسنت اور فقہ اسلامی کو مسخ کرنے کی کوشش میں کامیاب ہو۔ نیز پوری شرعی ذمہ داری کے ساتھ غور اور فیصلہ فرمائیں کہ قیامت کے دن وہ ان دونوں دینی کاموں سے کس کام کے ترک کرنے پر مسئول ہوں گے۔ اور کس میں معذور سمجھیں جائیں گے۔ (بینات کراچی بابت شعبان ۸۲ھ ص ۶۴)

علامہ ندوی کا دردمندانہ خطاب:

قانون اسلامی کی تدوین جدید اور اجتہاد کے اس اہم فریضہ کی طرف سے علماً اسلام کی بے اعتنائی کی وجہ سے اب یہ مسئلہ مزید شدت اختیار کر گیا ہے۔ مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ ندوۃ کے طلباً کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس وقت جس طبقہ کے ہاتھ میں زمام کار ہے، وہ مغربی تہذیب کو مثالی اور انسانی تجربات کی آخری منزل اور حرف آخر سمجھتا ہے اور اس کو اسلام کے نظام کے قائم مقام خیال کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اسلام کا نظام اپنی ساری افادیت کھو چکا ہے اب اس کو دوبارہ کارگاہ حیات میں لانے کی زحمت دینا صحیح نہیں ہے یہ ہے وہ زندہ سوال جو اس وقت ایک شعلہ کی طرح اور ایک بھڑکی ہوئی آگ کی طرح تمام اسلامی ممالک میں پھیل چکا ہے اور جس کے اثر سے

کوئی طبقہ اور کوئی پڑھا لکھا انسان پورے طور سے محفوظ نہیں ہے۔(ماہنامہ "الرشید" کا خصوصی نمبر جولائی ۲۰۰۰ء) علامہ ندوی اجتہاد کی اہمیت کو مزید ان الفاظ میں واضح فرماتے ہیں۔

اسلام کا مجدد کہلانے کا وہی شخص مستحق ہوگا جو اسلامی شریعت کی برتری ثابت کر کے زندگی سے اس کا پیوند لگائے اور ثابت کرے کہ اسلامی قانون موجودہ وضعی قانون اور انسانوں کے تمام خودساختہ قوانین سے آگے ہیں یہ زمانہ سے آگے کی چیز ہیں۔ زمانہ اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا اور دنیا نے خواہ کتنی ہی ترقی کر لی ہو لیکن اسلامی قوانین اس کی رہنمائی کی اب بھی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اس کے تمام سوالات کے جوابات دیتے ہیں اور انسان کی زندگی کے پیدا ہونے والے مسائل کا حل ان کے اندر موجود ہے۔ اس میں ایک بالغ معاشرہ کی تنظیم کی بہترین صلاحیت ہے۔(ماہنامہ الرشید کا خصوصی نمبر جولائی ۲۰۰۰ء) خوب سمجھ لینا چاہیے کہ اس کام میں پہلے ہی کافی دیر ہو چکی ہے اب مزید تاخیر سے اہل علم پر جو بے اعتمادی اور شکوک پیدا ہوں گے عرصہ دراز تک اس کی تلافی نہیں ہو سکے گی۔

مسلم ممالک کی صورت حال:

بیسوی صدی میں انڈونیشا سے لے کر مراکش تک بیشتر مسلم ممالک مغربی استعمار کے سیاسی تسلط سے آزاد ہوئے اور سب جانتے ہیں کہ تقریباً ہر مسلم ملک میں آزادی و حریت کی جنگ اسلام کی سربلندی اور اس کے احکام کے اجراء قرآن و سنت کے نفاذ کے عنوان ہی سے لڑی گئی۔ یہ اسلام اور جہاد ہی کا جذبہ تھا جو آگ سے کھیلنے اور خاک و خون میں لوٹنے پر آمادہ کرتا رہا۔ مذہبی اور ایمانی جذبہ ہی نے سرفروش اور حیرت انگیز کارنامے انجام دیئے۔ متعدد مسلم ممالک میں لاکھوں نوجوانوں نے جام شہادت نوش کیا۔ برصغیر میں لاکھوں افراد نے قربانی دے کر ایک خطہ زمین اسلام کے نام پر پاکستان کی صورت میں حاصل کیا۔ الجزائر نے تقریباً دس لاکھ سرفروش شہیدوں کے خون سے پروانہ آزادی لکھا۔ یہی حال کم و بیش دیگر مسلم ممالک کا ہے۔

مغربی استعمار اور اس کے استحصالی نظام سے شدید نفرت و بیزاری کے جذبات پیدا ہوئے لیکن استخلاص وطن کے بعد مغرب ہی سے سارا نظام مستعار لے کر مسلم ملکوں میں نافذ کیا گیا۔ یہی داستان انڈونیشیا سے لے کر مراکش تک دہرائی گئی۔ ایسا کیوں ہوا اس پر ٹھنڈے دل سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی تھی کہ ہمارے پاس مرتبہ اسلامی دستور و آئین متبادل نظام تعلیم، نظام عدلی، اقتصادی معاشی نظام، جو زمانہ کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہو، بدلتے ہوئے حالات کا ساتھ دے سکے، موجود نہ تھا جسے نافذ کر دیا جاتا۔ کئی مسلم ملکوں کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔

جہاں برسہا برس سے اسلامی نظام کے نعرے لگائے جاتے رہے ہیں۔ حتیٰ کہ اسلامی نظام کے قیام کے کام پر بے نظیر آزادی کی تحریکیں چلیں لاکھوں افراد نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں، ہزاروں نوجوانوں نے جان کی

بازی لگائی مگر ان قربانیوں کے نتیجے میں جب آزادی ملی اور اسلام کے نام پر حکومت آئی تو اس کے پاس مغربی نظام پر انحصار کے سوا چارہ کار نہ تھا۔ اسلامی دستور بنانے کے لئے اسلامی مشاورتی کونسلیں بیٹھیں۔ صحیح طور پر دیکھا جائے تو وہ عصری تقاضوں سے ہم آہنگ سیاسی اقتصادی تعلیمی عدالتی' بنیادی ڈھانچہ بھی پورے طور پر تیار اور مرتب نہیں کر پائی ہیں۔ یہاں اس بات کا اعتراف ضروری ہے کہ گزشتہ دہائیوں میں مختلف ممالک میں قائم شدہ فقہی مجالس نے بہت کچھ قابل قدر کام انجام دیا ہے۔ ضرورت ہے کہ اسے باہم مربوط کر کے پیش رفت میں مزید تیزی لائی جائے۔

ایک خطرناک پہلو:

اس بات کا عین امکان ہے کہ علماً کے اس جمود و تعطل اور بے عملی کو دیکھتے ہوئے اگر کسی مسلم ملک میں علماً سے بے نیاز ہوکر اجتہاد جیسے نازک کام کی ذمہ داری ایسے لوگوں نے خود سنبھال لی جو قرآن وسنت میں گہری بصیرت اور رسوخ فی العلم کی دولت سے عاری ہیں اور انہوں نے اپنے فہم و بساط کے مطابق اجتہاد شروع کر دیا اور اسے اسلام کے نام پر نافذ کیا گیا تو علماً اسلام کے لئے بہت بڑی آزمائش کا سامنا ہوگا۔ یہ محض ہمارا اندیشہ نہیں ہے بلکہ مختلف مسلم ممالک کے حکمرانوں نے علماً اسلام کے مقابلے پر اپنی مرضی پر چلنے والے اسکالرز وعلماً کو عرصہ دراز اس کا' پر لگا رکھا ہے کہ وہ اسلام کا ایسا ایڈیشن مرتب کریں جو ان کے لئے اور ان سے آقاؤں (مغرب) کے لئے قابل قبول ہو پاکستان میں جنرل ایوب خان نے اپنے دور میں ڈاکٹر فضل الرحمان صاحب کو مجتہد مطلق بنا کر پاکستان کے لئے ایک جدید اسلام مرتب کرنے کا کام سونپ دیا تھا۔ اس کا پس منظر یہ تھا کہ حکومت نے مسلمانوں کے اسلامی آئین کے نفاذ کے پیہم اور مسلسل مطالبات سے مجبور ہوکر پاکستان میں رائج الوقت انگریزوں کے ساختہ پرداختہ قانون کو کتاب وسنت' فقہ اسلامی کے مطابق بنانا پر مجبور ہوئی تھی تو اس نے مغرب زدہ اسکالرز و ماہرین کے ذریعہ عائلی قوانین اور مسلم فیملی لاء' قسم کا نام نہاد اسلامی قانون مملکت بنوانا چاہا جو حضرات اس کار خیر کے لئے منتخب کئے گئے ان میں سے اکثر نہ صرف قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی سے بے خبر بلکہ عربی زبان سے بھی ناواقف و نابلد تھے۔ وکلاء و ماہرین قانون کو گرانقدر مشاہرے اور معاوضے دے کر من مانا قانون مرتب کرانا چاہا۔ اور اس پر اسلامی ٹھپہ لگانے کے لئے اور اپنی اغراض ومقاصد کے لئے آیات واحادیث اور کتب فقہ قضاء وافتاء کے حوالے تلاش کرانے کے لے علوم دینیہ کے' بیسے بے ضمیر علماً کو بیش قرار تنخواہوں پر ان ماہرین قانون کی اعانت کے لئے رکھا گیا تھا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے (بینات شعبان ۸۴ھ)

مغرب بالخصوص امریکہ کی حکمرانوں کے ذریعہ گہری سازش:

اب تو خیر سے جنرل مشرف صاحب اپنے آئیڈیل اور ہیرو کمال اتاترک کے نقش قدم پر چلتے ہوئے پاکستان کو جدید اور ماڈرن مملکت بنانے کا عزم کر چکے ہیں۔ مشرف صاحب اس وقت امریکہ و مغرب کے سب سے لاڈلے و پسندیدہ حکمران ہیں۔ مغربی طاقتوں سے مل کر حال ہی میں طالبان کی شرعی و اسلامی حکومت (اس میں دو

رائے نہیں کہ ہزار کمزوریوں کے باوجود طالبان کے دور میں قرآن وسنت ہی افغانستان کا سپریم لاء تھا) کو ختم کروانے کے کار خیر کے بعد پاکستان کے دینی مدارس اور علماً پر متوجہ ہیں ان کے وزیر داخلہ جناب معین الدین حیدر روزنامہ جنگ کی طرف سے دہشت گردی کے خلاف منعقد کی گئی بین الاقوامی حالیہ کانفرنس میں فرما چکے ہیں کہ ملک کا نظام چند قاعدے پڑھے ہوئے جاہلوں (علماً) کے حوالے نہیں کیا جا سکتا۔ امریکہ کے صدر وزیر دفاع اور وزیر خارجہ بار بار کہہ چکے ہیں پرامن اسلام کے ساتھ ہماری دوستی اور دہشت گرد اسلام سے اعلان جنگ ہے پرامن اسلام یعنی وہ اسلام جو سیکولرزم کی تعریف کے مطابق انسان کا پرائیویٹ معاملہ اور عبادات پوجا پاٹ تک محدود ہو' دہشت گرد اسلام وہ ہے جس میں جہاد و اجتہاد شامل ہو یعنی اسلام بحیثیت نظام سسٹم کے قائم ہو کسی مسلم ملک کا نظام کا قانون نظام سیاست نظام تمدن و اخلاق نظام اقتصادیات قرآن وسنت پر قائم ہو۔

اب اس دہشت گردی کے خلاف پوری دنیائے کفر (امریکہ روس مغرب چین بھارت اسرائیل وغیرہ وغیرہ) متحد ہو کر دنیا میں امن قائم کرنے جا رہی ہے وہ اس طرح قائم ہوگا کہ دنیا کے مسلمانوں کے دلوں سے جہاد کا جذبہ اور اسلامی آئین و نظام کے نفاذ کی خواہش کچل دی جائے یہ دنیائے کفر کی سب سے بڑی ضرورت بن گئی ہے اور سوء اتفاق سے مسلم سربراہوں کی بھی ناگزیر ضرورت بن گئی ہے تاکہ ان کا اقتدار امریکہ کے ظل ہمایونی کے سایہ میں قائم و دائم رہے۔ حالیہ دنوں میں او آئی سی جو مسلم امت کے بجائے محض مغرب کے مفادات کے تحفظ کا ادارہ بن کر رہ گیا ہے جو تجاویز منظور کی ہیں ان میں ایک تجویز یہ بھی تھی کہ بدلتے ہوئے حالات میں اجتہاد سے کام لے کر مسائل کا حل نکالا جائے۔ حالیہ دنوں میں امریکی صدر بش نے جنرل مشرف کو سو ملین ڈالر خاص اس کام کے لئے دیئے ہیں کہ پاکستان کے دینی مدارس کے نظام نصاب کو درست کیا جائے گویا خطرے کی گھنٹی بج چکی ہے اگر علماً اسلام نے ابھی اس پر فوری توجہ مبذول نہ کی تو خطرہ ہے کہ اصلاح و اجتہاد کے نام سے اسلام کا حلیہ نہ بگاڑ دیا جائے۔ اگر ایک بار عالمی قوتیں مسلم سربراہوں کو پریشر میں لے کر اپنی پسند کا اسلام نافذ کرنے میں کامیاب ہو گئیں تو علماً کرام کچھ نہ کر پائیں گے بلکہ ان کا وجود وافادیت موضوع بحث بن جائے گا۔ ع

دیکھو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

اجتہاد کے حوالے سے ایک نئی بحث کا آغاز:

فقہائے کرام نے اجتہاد کے لئے جن علوم کی مہارت کو شرط قرار دیا ہے ان میں (۱) قرآن کریم (۲) سنت رسولؐ (۳) اجماع امت و قیاس (۴) اقوال سلف (۵) علوم عربیت وغیرہ وغیرہ میں کامل مہارت ضروری ہے۔ ظاہر ہے اجتہاد ان علماً راسخین ہی کا حق ہے جو علم و عمل صلاح' تقویٰ کے ساتھ ساتھ ان علوم میں گہری بصیرت و درک رکھتے ہوں مگر ایک طبقہ دورِ ایوبی ہی سے پاکستان میں اجتہاد کا حق علماً سے چھین کر تجدد پسند سرکاری ملازمین کو دینے کے

لئے کوشاں ہے۔علامہ اقبال کے بعض خطبات کا سہارا لیتے ہوئے ان کا فرزند جسٹس ڈاکٹر جاوید اقبال صاحب اور ان کے ساتھ قانون دانوں کا ایک طبقہ مسلسل یہ موقف اختیار کیئے ہوئے ہے کہ علماٗ کرام چونکہ آج کے علوم وفنون اور زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق رکھنے والے مسائل اور ان کے اسباب ونتائج سے براہ راست واقف نہیں ہوتے اس لئے ان میں اس دور کے مسائل میں اجتہاد کی اہلیت نہیں ہے اور اب اجتہاد کا یہ حق عوام کی منتخب پارلیمنٹ کو منتقل ہو جانا چاہیے ۔ یہی موقف پاکستان کے بہت سے اہل قلم اور جدید دانشوروں کا ہے جن میں نمایاں روزنامہ جنگ کے ممتاز و مشہور کالم نگار جناب ارشاد احمد حقانی صاحب بھی ہیں۔

ارشاد احمد حقانی کا استدلال اور اس کا جواب

راقم السطور نے آج سے تقریباً دس سال قبل جناب ارشاد احمد حقانی صاحب کا موقف کے جواب میں جو لکھا تھا اس کا ایک اقتباس یہاں نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

’’محترم حقانی صاحب آج کل اس نظریئے کے داعی وعلمبردار بنے ہوئے ہیں کہ اسلام میں قانون سازی و اجتہاد کا حق منتخب پارلیمنٹ کو حاصل ہے، بالفاظ دیگر اسلام کی تعبیر وتشریح وہی مستند مانی جائے گی جو جمہور کی منتخب پارلیمنٹ متفقہ یا اکثریتی طور سے طے کرے اس کے برخلاف امت مسلمہ نے چودہ سو سال سے ہمیشہ اسلام کی تعبیر و تشریح اور اجتہاد کا حقدار قرآن وسنت اور علوم شرعیہ کے ماہرین علماٗ کرام کو سمجھا ہے۔دور نبوی سے لے کر تا ہنوز اجتہاد اور اسلام کی تعبیر وتشریح شریعت اور علوم شرعیہ کے ماہرین ہی نے کی ہے اس پوری مدت میں ایک مثال بھی اس کے خلاف نہیں ملتی کہ کبھی بھی پوری امت مسلمہ تو درکنار کسی مسلم ملک یا قوم نے متفقہ طور پر اجتہاد کا حق ماہرین علوم شرعیہ کے علاوہ کسی اور کو دیا ہو۔اگر کبھی ترکی کی طرح استثائی طور پر ایسا ہوا تو اسے مسلم عوام کی رضامندی حاصل نہ ہوسکی پھر جب بھی مسلم عوام کو آزادی کے ساتھ فیصلہ کرنے کا حق ملا تو انہوں نے اسے رد کر دیا جیسا کہ چند سالوں سے ترکی میں ہو رہا ہے۔وہاں مسلم عوام کمال اتاترک کے ماڈرن اسلام سے تدریجاً روائیتی اسلام کی طرف رجعت قہقہری کر رہے ہیں اور کمال اسلام کی ایک ایک شق کو رد کرتے جا رہے ہیں۔‘‘

یہ بالکل سیدھی اور موٹی سی بات ہے کہ دنیا میں ہر علم وفن کے ماہرین مخصوص ہوتے ہیں ایک دل کے اسپیشلسٹ ڈاکٹر کو مکان بنوانا ہو تو وہ اپنا علم اور تجربہ الگ رکھ کر کسی انجینئر سے مکان کا نقشہ ڈیزائن کرواتا ہے اور اس ماہر انجینئر کی کار خراب ہو جائے تو وہ کسی موٹر مکینک کی خدمات حاصل کرتا ہے یہ کہنا کہ چونکہ اسلام سب کا ہے لہذا سب ہی کو اجتہاد یا اسلام کی تعبیر وتشریح کا حق ملنا چاہیے ایسا ہی ہے جیسے کہا جائے کہ جب صحت وتندرستی کی ہر فرد بشر کو ضرورت ہے پھر میڈیکل وطب پر ڈاکٹروں اور اطباٗ کے طبقہ کی اجارہ داری کیوں ہو ہر شخص کو تشخیص امراض و دواسازی کا حق ملنا چاہیے جو لوگ اجتہاد یا اسلامی قانون سازی پر طبقہ علماٗ کی اجارہ داری کا واویلا کر کے یہ تاثر دیتے ہیں کہ دیکھو

اسلام میں ایک مخصوص طبقہ کی اجارہ داری قائم ہورہی ہے وہ درحقیقت ایک بہت بڑا مغالطہ دے رہے ہوتے ہیں مخصوص طبقہ کی اجارہ داری اس وقت ہوتی جب یہ کہا جاتا کہ فلان ملک قوم برادری یا نسل کے لوگ علوم شریعت حاصل نہیں کرسکتے اور برہمنوں کی طرح دینی علوم صرف فلاں نسل یا قوم کے لئے مخصوص ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ اسلام میں اجتہاد ایک نہایت ہی نازک اور ذمہ داری کا کام ہے کیونکہ اس پر لاکھوں کروڑوں انسانوں کے اعمال وافعال کے درست یا غلط ہونے کا دارومدار ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہر عالم دین یا ہر اسلامی علوم کے ماہر کو یہ حق حاصل نہیں ہے اس (اجتہاد) کے لئے بیسیوں علوم کی مہارت اور کڑی شرائط ہیں احساس ذمہ داری کے ساتھ خوف خدا تقویٰ، توکل تزکیہ واحسان جیسے باطنی اوصاف کے ساتھ ساتھ قرآن، حدیث، فقہ لغت، کلام عرب، اصول حدیث وتفسیر اصول فقہ، شان نزول، سیرت نبویؐ جیسے بیسوں علوم میں انتہائی مہارت درکار ہوتی ہے تاکہ خدا اور رسول کے منشاء کو ٹھیک ٹھیک سمجھ سکے اور اس کے روشنی میں استنباط کریں گے۔ساتھ ہی قیاس اور اب تک کے ہر ہر دور کے اجماع سے بھی پوری واقفیت ضروری ہے۔

آج ہماری پارلیمنٹ کے منتخب ممبران کا دینی علوم وشعور میں کیا حال ہے تقویٰ طہارت باطنی علوم کو چھوڑ یئے یہ لوگ قرآن وسنت کا کتنا علم رکھتے ہیں، ابھی پچھلے دنوں قومی اسمبلی کے معزز ممبر نے اپوزیشن کے ایک سربراہ اور لیڈر کو چیلنج دیا تھا کہ اگر موصوف نماز کے الفاظ صحیح سنا دیں تو وہ استعفیٰ دے دیں گے اور یہ واقعہ ہے کہ اگر صرف ناظرہ قرآن اور نماز میں پڑھی جانے والی چھوٹی چھوٹی سورتیں معیار قرار دے کر ان منتخب ممبران پارلیمنٹ کا امتحان لیا جائے تو اچھی خاصی تعداد فیل ہوجائے گی (روزنامہ جنگ ۲۴ اپریل 1992ء) ان لوگوں کی کرپشن قومی خزانوں کی لوٹ کھسوٹ کے قطع نظر نواز شریف اور بے نظیر دور میں جس طرح اسمبلی کے پورے پورے ممبران چند گھنٹوں میں خرید لئے گئے وہ تماشا نظروں کے سامنے ہے اس ہارس ٹریڈنگ (Horse Trading) کو روکنے کے لئے نواز شریف نے قانون سازی کرکے سارے اختیارات اس طرح اپنی ذات میں مرتکز کر لئے کہ کسی ممبر اسمبلی کو قومی اسمبلی میں ملکی مسائل پر اپنے ذاتی موقف کے اظہار تک سے روک دیا گیا۔ہمارے مفکر ودانشور اور کالم نگاروں کو سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے کہ اسے لوگوں پر اجتہاد جیسے نازک وحساس کام کی ذمہ داری ڈال کر کہیں وہ دین میں تحریف کا دروازہ تو نہیں کھول رہے۔

مطالعہ کا علم کسی علم وفن کی باقاعدہ تحصیل کا متبادل نہیں بن سکتا:

جدید دانشوروں وکلاء اور بعض اہل قلم کا موقف یہ ہے کہ اجتہاد کیلئے زمانہ کے حالات ترقیات وجدید علوم و فنون متعلقہ شعبہ زندگی کے قواعد وروایات اور وقت کے تقاضوں اور عرف سے آگاہی اصل ہے اور قرآن وسنت اور علوم شریعت میں کامل مہارت کے بجائے قرآن کریم کے تراجم احادیث کی انگلش اردو شروح وتراجم اور فقہی احکام کے ذخیرہ وافر مقدار میں میسر ہونے کی وجہ سے اصل ماخذ سے عدم واقفیت کا خلا کسی حد تک پُر کیا جاسکتا ہے لیکن

ہمارے خیال میں ان کا یہ موقف درست نہیں ہے کیونکہ مطالعہ کا علم کسی بھی علم کی با قاعدہ تعلیم کا متبادل تسلیم نہیں کیا جاسکتا اور کسی بھی علم میں لٹریچر کی فراوانی اور عام افراد تک اس کی رسائی کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہوتا کہ لٹریچر تک رسائی رکھنے والے نے محض اس بنیاد پر اس علم میں اس درجہ کی مہارت کی سند بھی حاصل کرلی ہے جو کسی بھی علم وفن میں اجتہادی عمل کے لئے ضروری سمجھی جاتی ہے مثلاً آج ملک میں بہت سے افراد مل جائیں گے جن کا آئین وقانون کا مطالعہ اور ان کی تشریح کی صلاحیت متوسط درجہ کے وکلاء سے زیادہ ہے لیکن ملک کی کوئی عدالت ایسے شخص کو کسی آئینی وقانونی معاملہ میں رائے کا باقاعدہ حق دینے کے لئے تیار نہیں ہوگی۔ اسی طرح کوئی شخص طب ومیڈیکل کتب پڑھ کر خواہ وہ کتنا ہی مطالعہ کرے نہ کوئی آپریشن کرسکتا ہے اور نہ کسی مریض کی تشخیص۔ یہ اصول وضابطہ کی بات ہے جس سے کسی شعبہ زندگی میں انحراف نہیں کیا جاسکتا۔

عصر حاضر میں اجتہاد کے لئے صحیح طریقہ کار:

یہ بات اپنی جگہ حقیقت ہے کہ موجودہ دور میں مختلف شعبہ زندگی کے مسائل اور خود علوم وفنون اس قدر وسعت اختیار کرگئے ہیں کہ ایک انسان کا ساری زندگی کوشش کرکے بھی کسی شعبہ علم میں کامل مہارت حاصل کرپانا مشکل ہے۔ ظاہری امر ہے ان متنوع، مختلف شعبوں کے مسائل پر بصیرت کے ساتھ غور وفکر اور اجتہاد کرکے مسائل کے حل کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونا کسی بڑے سے بڑے عالم ومفتی کے لئے مشکل ہی نہیں تقریباً ناممکن ہے یہ کام ماہرین علوم شریعت کی ایک وسیع مجلس (Acadmy) ہی انجام دے سکتی ہے اور اسے بھی ضرورت ہوگی کہ وہ ماہرین قانون اور ہر شعبہ علم وفن کی منتخب شخصیات کو متعلقہ شعبہ کے مباحث میں شریک کریں اصحاب فکر ونظر نے اس مشکل کا حل اجتماعی اجتہاد کی صورت میں تجویز کیا اور یہ کوئی نئی تجویز نہیں ہے بلکہ امام ابوحنیفہؒ کے طرز اجتہاد کا احیاء ہے جن میں فقہا و ماہرین کی ایک بڑی جماعت مشاورت اور اجتماعی بحث ومباحثہ کی صورت میں مسائل کے استنباط واستخراج کے مراحل کو تکمیل تک پہنچاتی ہے اور اسی اجتماعی اجتہاد کے ذریعہ مستنبط ہونے والے احکام ومسائل فقہ حنفی کا بنیادی ذخیرہ ہیں۔ اسلئے آج ضرورت اس امر کی ہے کہ امام اعظم کے طرز اجتہاد کو زندہ کرتے ہوئے اہل علم اور ماہرین کی ایک ایسی کونسل قائم کی جائے جو نہ صرف یہ کہ غیر سرکاری ہو بلکہ اقتدار کی کشمکش اور گروہی سیاست کی ترجیحات سے بے نیاز اور بالاتر ہو کر اس میں دینی علوم کے مختلف شعبوں کے چوٹی کے ماہرین کیساتھ ساتھ زندگی کے مختلف شعبوں سے عملی تعلق رکھنے والے تجربہ کار ماہرین کو بھی شریک کیا جائے اور باہمی بحث وتمحیص اور اجتماعی مشاورت کے ذریعہ مسائل حاضرہ کا حل تلاش کیا جائے۔ دوسرے یہ کہ یہ دور تخصصات کا ہے تمحیص ماخذ (قرآن، حدیث، فقہ، اصول حدیث، اصول تفسیر، اجماع، قیاس وغیرہ وغیرہ) کے اعتبار سے علوم شرعیہ پر یکساں مہارت رکھنے والے حضرات کا ملنا نہایت مشکل ہوتا جارہا ہے اور اگر محل (جس شعبہ میں اجتہاد درکار ہو تجارت، اقتصادیات، (بقیہ صفحہ نمبر ۶۴ پر)

ڈاکٹر محمد افتخار کھوکھر *

اسلام میں آزادی اظہار کی حدود

اسلام' عالمگیر اور آفاقی دین ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ تک' اسلامی تعلیمات اور حکامات' انسانیت کی فوز و فلاح کا ذریعہ بنتے رہتے ہیں۔ ازل سے شروع ہونے والا یہ سلسلہ مختلف ادوار سے گزرتا ہوا ابد تک جاری رہے گا۔

موجودہ دور میں جب ہم اسلام کا نام لیتے ہیں تو لوگوں کی بہت بڑی تعداد کے ذہنوں میں اس سے محض نماز اور روزے کا محدود سا تصور ابھرتا ہے۔ حالانکہ اسلام ایسا مکمل ضابطہ حیات ہے جس میں معمولی مسئلہ کو بھی اس کی گہرائی اور گرائی کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ تاکہ زندگی کے کسی بھی مرحلہ پر اس کے متعلق کوئی ابہام اور شک وشبہ باقی نہ رہے۔

انسانی زندگی کے مسائل میں سے آزادی کا مسئلہ ہر دور میں اہم مسئلہ رہا ہے اور ہمیشہ زیر بحث رہا ہے۔ آزادی جسمانی' لحاظ سے ہو' ذہنی نقطہ نظر سے ہو' یا تحریر و تقریر کے حوالے سے ہو۔ اس کے لئے ہر دور میں آواز بلند کی جاتی رہی ہے۔ بعثت نبوی سے قبل انسانوں کو جسمانی طور پر غلام بنانا' اور ان کی خرید و فروخت کا سلسلہ پوری دنیا میں جاری و ساری تھا۔ لیکن حجۃ الوداع کے موقع پر آقائے دو جہاں حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''لوگو! تمہارا رب ایک ہے۔ تمہارا باپ ایک ہے۔ تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم علیہ السلام مٹی سے بنے تھے۔ آج سے کوئی کسی کا غلام نہیں ہے۔''(۱) اور اس طرح اسلام نے ہر انسان کو آزادی کے ساتھ زندگی گزارنے کا حق عطا کر دیا۔

یہ دین اسلام کا اعجاز ہے کہ اس نے انسانیت کی گردن سے غلامی کی زنجیروں کو ہمیشہ کے لئے کاٹ کر رکھ دیا۔ مختلف قسم کی ذہنی اور جسمانی غلامیوں میں جکڑے ہوئے انسانوں کو آزادیوں سے ہمکنار کر دیا۔ حضرت عمر فاروقؓ کا یہ ارشاد زریں حروف کے ساتھ لکھنے کے لائق ہے کہ۔

''انسان' ماں کے پیٹ سے آزاد پیدا ہوا ہے۔ کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اسے اپنا غلام بنالے''(۲)

اسلام نے انسان کی آزادی اور عزت و توقیر کو ہر چیز پر مقدم قرار دیا ہے اور آزادی اظہار کو فریضہ شہادت حق قرار دیتے ہوئے قرآن مجید میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ۔

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو' انصاف کے علمبردار بنو' اور خدا واسطے کے گواہ بنو' اگر چہ تمہارے انصاف اور تمہاری گواہی کی زد خود تمہاری ذات یا تمہارے والدین اور رشتہ داروں پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو فریق معاملہ خواہ مالدار ہو یا غریب' اللہ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہے لہذا تم اپنی خواہش نفس کی پیروی میں عدل سے گریز نہ کرو' اور اگر تم

* [illegible]

ناگی لپٹی کہی یا سچائی سے پہلو بچایا تو جان لو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر ہے۔ (۳)

اظہار رائے کے حوالے سے حق بات کو چھپانا' اس کا اظہار نہ کرنا' یا کسی فرد کو اس کے اظہار سے روکنا' اللہ تعالیٰ کے نزدیک گناہ ہے۔ ارشاد ربانی ہے: ''اور شہادت کو ہرگز نہ چھپاؤ جو شہادت کو چھپاتا ہے اس کا دل گناہ آلودہ ہے' اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ہے۔'' (۴) ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جسکے ذمے اللہ کی طرف سے ایک گواہی ہو' اور وہ اسے چھپائے تمہاری حرکات سے اللہ غافل تو نہیں ہے۔'' (۵) اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اسلام میں اظہار رائے کی کس قدر اہمیت ہے۔

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے ۱۰ دسمبر ۱۹۴۸ء کو انسانی حقوق سے متعلق عالمی منشور کا اعلان کیا تھا۔ انسانی حقوق کے اس چارٹر کے مطابق: ''آزادی اظہار رائے کو بین الاقوامی طور پر انسانی حق تسلیم کیا گیا ہے'' (۶)

جبکہ اسلام نے پندرہ سو برس پہلے انسانوں کو اس اہم اور بنیادی حق سے بہرہ ور کر دیا تھا۔ اسلام میں اجتماعی وانفرادی اور معاشرتی زندگی کے لئے عورت اور مرد' دونوں کو آزادی' اظہار کی نعمت سے نوازا گیا ہے۔ جس کا اندازہ اس تاریخی واقعہ سے ہوسکتا ہے کہ (صحابیہ رسول حضرت خولہ بنت حکیم نے حضور اکرم ﷺ سے طلاق کے سلسلہ میں مجادلہ یعنی بحث ومباحثہ کیا۔ زمانہ جاہلیت کے رواج کے مطابق اگر کوئی خاوند اپنی بیوی سے کہہ دیتا کہ تو میری ماں کی طرح ہے' تو ان میں طلاق ہو جاتی تھی۔ حضرت خولہ بنت حکیم کا استدلال یہ ہے کہ یہ جاہلانہ تصور ہے اس سے نکاح جیسا مقدس رشتہ نہیں ٹوٹ سکتا۔ حضور اکرمؐ حضرت خولہ کی اس رائے سے اتفاق نہیں کر رہے تھے۔ اس طرح دونوں میں اظہار رائے کا مبادلہ ہو رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی نازل ہوئی:

''اللہ نے سن لی اس عورت کی بات' جو اپنے شوہر کے معاملہ میں تم سے تکرار کر رہی ہے اور اللہ سے فریاد کئے جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تم دونوں کی گفتگو سن رہا ہے' وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے اظہار کرتے ہیں' ان کی بیویاں ان کی مائیں نہیں ہیں۔ ان کی مائیں تو وہی ہیں' جنہوں نے ان کو جنا ہے'' (۷)

اسی طرح ہمیشہ کے لئے یہ فیصلہ ہوگیا کہ بیوی کو ماں کہہ دینے سے نکاح نہیں ٹوٹتا' بلکہ خاوند اس جاہلانہ رسم پر عمل کرنے کا کفارہ ادا کرے۔ وہ ایک غلام کو آزاد کرے' یا متواتر دو ماہ کے روزے رکھے یا پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ اس واقعہ سے اسلام میں اظہارِ رائے کی اہمیت کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔

قرآنی تعلیمات کے ساتھ ساتھ ہمیں آزادی اظہار کے حوالے سے اسوہ حسنہ اور خلفائے راشدین کی زندگیوں سے بے شمار واقعات ملتے ہیں۔ ''جنگ بدر کے لئے رسولِ اکرم ﷺ نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا۔ صحابی رسول حضرت خبابؓ نے پوچھا کہ کیا یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ہم اس جگہ پڑاؤ ڈالیں یا آپ کی ذاتی رائے ہے؟ اس پر رسول اللہؐ نے فرمایا' 'یہ میری ذاتی رائے ہے'' اس پر حضرت خبابؓ نے عرض کیا کہ پھر میری رائے یہ ہے کہ ہم یہاں پڑاؤ نہ کریں' بلکہ دشمن کے قریب ترین کنوئیں پر قبضہ کرلیں اور پیچھے والے تمام کنوئیں بند کر دیں۔ اس طرح جنگ میں

ہمیں پانی کی سہولت میسر ہوگی' جبکہ دشمن اس سے محروم ہوگا۔ حضور اکرم ﷺ حضرت خبابؓ کی رائے کو اپنی رائے سے بہتر سمجھا اور اس کے مطابق عمل کیا''(۸) اسی طرح یہ واقعہ بھی لوحِ تاریخ پر محفوظ ہے کہ:

''جنگِ احد کے موقع پر آپ ﷺ اور جلیل القدر صحابہ کرامؓ کی رائے یہ تھی کہ مدینہ کے اندر رہ کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے۔ مگر حضرت حمزہؓ اور دیگر نوجوان صحابہؓ کی رائے تھی کہ مدینہ سے باہر نکل کر جنگ کی جائے۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ صحابہ کی اکثریت باہر نکل کر جنگ کرنے کے حق میں ہے تو اس کے مطابق کا عزم کیا اور ہتھیار بندی کے لئے حجرے میں تشریف لے گئے۔ اس دوران بزرگ صحابہ نے نوجوانوں سے کہا کہ تم نے پیغمبر خدا کی رائے کا لحاظ کئے بغیر آپکو تکلیف میں ڈالا۔ یہ سن کر نوجوان صحابہ متاثر ہوئے اور معذرت کے لئے آپؐ کے حجرے کے سامنے جمع ہوگئے۔ جب آپؐ باہر تشریف لائے اور ان کی معذرت سنی تو فرمایا۔''عزم کے بعد اب نبی کی شان نہیں کہ وہ مقصد کو حاصل کئے بغیر غیر مسلح ہو جائے۔ چلو اب مدینہ کے باہر ہی میدان جنگ قائم ہوگا۔''(۹)

آقائے دو جہاں حضرت محمد ﷺ کی زندگی ایسے بے شمار واقعات سے بھری پڑی ہے جبکہ آپؐ نے اپنے پیروکاروں کی رائے کو اپنی رائے پر اہمیت و فوقیت دی۔

''جنگ خندق کے دوران حضور اکرمؐ نے بنوعطفان کو اپنے خلاف اتحادیوں کی فوج سے کاٹنے کے لئے انہیں مدینہ کی کھجوروں کی کل فصل کے ایک تہائی حصے کی پیش کش کی۔ انصار کی دو مقتدر شخصیات' حضرت سعد بن معاذؓ اور سعد بن عبادہؓ نے دریافت کیا کہ کیا یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ہمیں اس کی پیروی کرنی ہے یا آپؐ کی ذاتی رائے ہے؟ آپؐ نے فرمایا ''یہ میری ذاتی رائے ہے'' یہ سن کر انہوں نے کہا کہ پھر ہمیں بھی اپنی رائے کا اظہار کرنا چاہیے۔ اللہ کی قسم! ہم نے ان لوگوں کو کفر و شرک کی حالت میں بھی ایک کھجور تک نہیں دی تھی' اور اب جبکہ آپؐ کی بدولت ہم اسلام کی نعمت سے مالا مال ہیں تو انہیں ایک تہائی کھجوروں کی فصل کیسے دے سکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے ان کی رائے سے اتفاق فرمایا اور اپنی رائے واپس لے لی''(۱۰)

نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بیعتِ عام کے ذریعے خلافت کا منصب سنبھالا تو اپنے پہلے خطبہ میں ارشاد فرمایا۔'' کاش آج میری بجائے کوئی ایسا شخص امیر ہوتا' جو اس بوجھ کو اٹھانے کی مجھ سے زیادہ طاقت رکھتا۔ مجھے تم نے اپنا امیر بنایا' حالانکہ میں تم میں سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر سیدھے راستے پر چلوں تو میری مدد کرو اور اگر غلطی کروں تو میری اصطلاح کرو تم میں جو کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے' یہاں تک کہ اس کا حق دلوا دوں۔ اور تم سے جو قوی ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے' یہاں تک کہ اس سے حق دار کا حق نہ دلوا دوں۔ میں جب تک اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کروں' تم میری اطاعت کرو اور جب میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت فرض نہیں۔''(۱۱)

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہدِ خلافت کا واقعہ ہے کہ۔''مسلمانوں کو ہجو میں شعر پڑھنے والی ایک عورت کے

دانت اکھڑوا دیئے گئے۔ حضرت ابوبکرؓ کے علم میں یہ بات آئی تو اپنے عامل مہاجر بن امیہ کو لکھا۔ ''مجھے اطلاع ملی ہے کہ جو عورت مسلمانوں کی ہجو میں شعر کہتی پھرتی ہے۔ تم نے اس کے سامنے کے دو دانت اکھڑوا دیئے ہیں ایسی عورت اگر مسلمان ہو تو اس کے لئے زجر و توبیخ کافی ہے۔ اگر ذمیہ ہے تو جب تک اس کا شرک جیسا ظلم عظیم گوارا ہے تو اس کے مقابلے میں مسلمانوں کی ہجو کون سی بڑی بات ہے۔ کاش! میں اس بارے میں تمہیں پہلے سے آگاہ کر سکتا، تب تمہیں اس سزا کا خمیازہ بھگتنا پڑتا۔ (۱۲)

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عوام الناس کو آزادی رائے کا جو حق عطا کیا وہ دنیا کے ہر حکمران کے لئے روشن مثال ہے۔ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق کا واقعہ ہے۔ ''حضرت عمر فاروقؓ نے خلیفۃ المسلمین کی گڑی بار ذمہ داریاں اٹھانے کے بعد لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: مجھے معلوم ہے کہ لوگ میری سختی سے ڈرتے ہیں اور میری دوستی سے لرزہ براندام رہتے ہیں۔ لوگو! اب تمہارے معاملات کی ذمہ داری میرے کاندھوں پر ڈال دی گئی ہے۔ آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ میری سختی اب نرمی میں بدل گئی ہے۔ لیکن ان لوگوں کیلئے بدستور قائم ہے جو مسلمانوں پر ظلم و زیادتی کرتے ہیں۔ اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو مجھ سے درگزر کر کے میرا ہاتھ بٹاؤ، نیکی کے احکامات کی تعمیل کروانے اور برائی سے روکنے میں میری مدد کرو۔ (۱۳)

اسلام نے عالم انسانیت کو آزادی رائے کی جو عظیم نعمت عطا کی ہے۔ اس کا اظہار خلفائے راشدہ کے دور میں ہمیں جابجا نظر آتا ہے۔ مرد ہی نہیں خواتین بھی اظہار رائے کے معاملے میں کسی سے پیچھے نہیں تھیں۔ ''حضرت عمر فاروق کے دورِ خلافت میں ایک خاتون صحابیہؓ نے حضرت عمرؓ کی جانب سے عورتوں کے حق مہر کو کم کرنے کے فیصلہ کو چیلنج کیا۔ خاتون صحابیہؓ نے دریافت کیا کہ ''اے عمرؓ! تمہیں یہ کس نے حق دیا ہے کہ عورتوں کے حقوق میں کمی کرو۔ اللہ تعالیٰ کا حکم تو یہ ہے کہ اگر تم ایک بڑا خزانہ بھی حق مہر میں دے چکے ہو تو اسے واپس نہ لو۔'' حضرت عمر فاروقؓ صحابیہؓ کے اظہار رائے سے متاثر ہوئے اور محسوس کیا کہ ان کی رائے کے مقابلے میں اس خاتون صحابیہؓ کی رائے زیادہ بہتر اور قرآن کی روح کے مطابق ہے۔ اس لئے انہوں نے اپنا بنایا ہوا قانون واپس لے لیا۔ اور خاتون کی رائے کا احترام کیا۔'' (۱۴)

اگر اسلام بنی نوع انسان کو اظہار رائے کی آزادی کا حق نہ دیتا تو تاریخ اسلام اتنی تابناک اور روشن کیسے ہوتی؟ حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت کا ایک واقعہ ہر دور میں امانت و دیانت کی رفعتوں پر جگمگاتا رہے گا۔ ''حضرت عمر فاروقؓ لوگوں سے خطاب کے لئے منبر پر تشریف لائے تو جلیل القدر صحابی حضرت سلمان فارسیؓ نے یہ کہہ کر آپؓ کو خطاب سے روک دیا کہ جب تک خلیفۂ وقت ایک سوال کا جواب دے کر لوگوں کو مطمئن نہیں کریں گے، اس وقت تک ہم آپ کی اطاعت و فرمانبرداری نہیں کریں گے۔ حضرت عمر فاروقؓ کے دریافت کرنے پر حضرت سلمان فارسیؓ نے کہا کہ مالِ غنیمت میں سب کو ایک ایک چادر ملی تھی، اور ایک چادر سے آپ کا کرتہ نہیں بن سکتا۔ اس کے جواب میں حضرت عمر فاروقؓ کے بیٹے عبداللہ بن عمر نے اٹھ کر جواب دیا کہ واقعی ایک چادر سے کرتہ نہیں بن سکتا تھا۔ میں نے مالِ غنیمت

میں ملنے والی اپنی چادر بھی والدِ محترم کو دے دی تھی۔ اس لئے دو چادروں سے کرتہ بنایا گیا۔ اس تسلی بخش جواب کے بعد حضرت سلمان فارسیؓ نے کہا! امیر المومنین! اب ہم آپ کی بات سنیں گے اور اطاعت بھی کریں گے۔''(۱۵)

آزادی اظہار کے حوالے سے ایک خاتون کا خلیفہ وقت سے بیباک گفتگو کا انداز ملاحظہ کیجئے۔ ''ایک خاتون راہ چلتے خلیفہ وقت حضرت عمر فاروقؓ پر برس پڑیں اور بولیں: عمر! تمہارے حال پر افسوس ہے۔ تمہارا وہ زمانہ بھی میں نے دیکھا ہے۔ جب تم عمیر کہلاتے تھے۔ اور لاٹھی لئے دن بھر عکاظ میں بکریاں چرایا کرتے تھے۔ اسکے بعد میں نے تمہارا وہ زمانہ بھی دیکھا ہے۔ جب تم عمر کہلانے لگے اور اب یہ زمانہ بھی دیکھ رہی ہوں کہ امیر المومنین بنے پھرتے ہو۔ رعایا کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اور اس بات کو یاد رکھو کہ جو اللہ کی وعید سے ڈرے گا اور آخرت کے بعید عالم کو اپنے قریب پائیگا اور جسکو موت کا ڈر ہوگا وہ ہمیشہ اس فکر میں رہیگا کہ اللہ کی دی ہوئی کوئی فرصت رائیگاں نہ جائے۔''

ایک صحابی رسول، حضرت عمر فاروق کے ساتھ تھے یہ سن کر بولے۔ اے خاتون! آپ نے امیر المومنین کے ساتھ بڑی زیادتی کی ہے۔ حضرت عمر فاروق نے انہیں فوراً ٹوکا اور فرمایا: یہ جو کچھ کہنا چاہتی ہیں انہیں کہنے دو۔ تمہیں شاید علم نہیں کہ یہ خولہ بنتِ حکیم ہیں ان کی بات تو اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سے سنی تھی تو عمر کی کیا ہستی ہے کہ وہ ان کی بات نہ سنے۔''(۱۶) حضرت عمر فاروق کے دور میں آزادی اظہار رائے کا یہ عالم تھا کہ ایک آدمی راہ چلتے یا بھری مجلس میں، برسر منبر، جہاں چاہتا آپ کو ٹوک سکتا تھا۔ ایک بار مجمع میں ایک شخص نے اٹھ کر کہا کہ ''اگر آپ ٹیڑھی راہ پر چلے تو آپ کو تیر کی طرح سیدھا کر دیں گے۔'' اس پر حضرت عمر فاروقؓ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ مسلمانوں میں ایسے افراد موجود ہیں کہ اگر میں گمراہ ہونے لگوں تو وہ مجھے راہ راست پر لے آئیں۔(۱۷)

حضرت عمر فاروقؓ کا پورا عہدِ خلافت، آزادی اظہار رائے کے بے شمار واقعات سے بھرا پڑا ہے: ''ایک مرتبہ ایک شخص نے سرِ راہ آپ کو مخاطب کر کے کہا عمر! خدا سے ڈرو'' اس نے یہ جملہ کئی بار دہرایا۔ اس پر ایک صحابی رسول نے اس شخص کو ٹوکا۔ ''چپ ہو جاؤ تم نے امیر المومنین کو بہت کچھ کہہ سنایا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے مداخلت کرتے ہوئے کہا کہ اسے مت روکو اگر یہ لوگ ہم سے ایسی بات کہنا چھوڑ دینگے تو پھر انکا فائدہ ہی کیا؟ اور اگر ہم انکی باتوں کو قبول نہ کریں تو ہمیں بھلائی سے عاری سمجھنا چاہیے۔ اور بعید نہیں کہ یہ بات اپنے کہنے والے پر ہی چسپاں ہو جائے''(۱۸)

اظہار رائے کا ایک منظر یہ بھی دیکھنے کے لائق ہے۔ ''ملک شام کے سفر میں جب حضرت عمرِ فاروقؓ نے ایک مجمع میں حضرت خالد بن ولیدؓ کی معزولی کی وجہ بیان کی تو ایک شخص نے اٹھ کر کہا: ''اے عمرؓ! خدا کی قسم تو نے انصاف نہیں کیا۔ تو نے رسول اللہؐ کے عامل کو برطرف کر دیا۔ تو نے رسول اللہ کی کھینچی ہوئی تلوار کو نیام میں ڈال دیا۔ تو نے اپنے چچیرے بھائی پر حسد کیا۔'' حضرت عمر فاروقؓ خاموشی سے سب کچھ سنتے رہے اور جب اس شخص نے اپنی بات پوری کر لی تو آپؓ نے نرمی سے صرف اتنا فرمایا: ''تم کو اپنے بھائی کی حمایت میں غصہ آ گیا۔''(۱۹)

اظہار رائے کی آزادی کے حوالے سے دوسرے دو خلفائے راشدین کا طرزِ عمل بھی یہی رہا۔'' حضرت

عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر تو تنقید کے تیروں کی بارش ہوتی رہی، مگر انہوں نے کسی بھی ناجائز ذریعے سے کسی کی زبان بندی کرنے کی کوشش نہ کی۔ حضرت علیؓ کو خوارج گالیاں تک دیتے رہے بلکہ روبرو قتل کی دھمکیاں بھی دیں لیکن آپؓ نے کوئی تعرض نہ کیا، اور فرمایا ''محض زبانی مخالفت کوئی ایسا جرم نہیں، جس کی وجہ سے ان پر ہاتھ ڈالا جائے۔''(۲۰)

اظہار رائے کی آزادی صرف خلفائے راشدین کے دور تک محدود نہیں تھی، بلکہ اس کی جھلک ہمیں مسلمانوں کی تاریخ کے ہر دور میں ملتی ہے۔ ''حجاج بن یوسف، بنی امیہ کا ظالم ترین حکمران تھا۔ اس نے ایک شخص سے پوچھا: کیا تم محمد بن یوسف کو جانتے ہو؟ وہ شخص کہنے لگا ہاں، کیوں نہیں جانتا۔ حجاج نے کہا: کچھ اس کے چال چلن کے بارے میں بتاؤ؟ اس نے جواب دیا: وہ تو بڑا ہی برا آدمی ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کی سرتابی میں یکتا۔'' یہ سن کر حجاج بن یوسف کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا اور کرخت آواز میں بولا: کم بخت تجھے معلوم نہیں کہ وہ میرا بھائی ہے۔ اس شخص نے اطمینان سے جواب دیا: ہاں جانتا ہوں مگر کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ میرا رب ہے، اور خدا کی قسم وہ مجھے اس سے زیادہ محبوب و مطلوب ہے۔(۲۱)

خلیفہ ہارون الرشید کے دور میں آزادی اظہار کے حوالے سے لوگ بڑی جرأت و بے باکی سے کام لیتے تھے۔ ''ہارون الرشید ایک بار خطبہ دے رہا تھا ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: ''خدا کی قسم! تم نے مال کی تقسیم برابر کی اور نہ ہی عدل و انصاف سے کام لیا۔ بلکہ اس کے بجائے فلاں فلاں برائیاں کیں۔ ہارون الرشید نے غصے میں آکر اس کی گرفتاری کا حکم دیا۔ خطبہ و نماز کے بعد قاضی ابو یوسف کو طلب کیا گیا۔ ہارون الرشید نے کہا: ''اس شخص نے آج ایسی گفتگو کی ہے کہ اس سے پہلے کبھی کسی نے نہیں کی۔'' خلیفہ سخت غصے میں تھا، اور وہ شخص جلادوں کے درمیان میں کھڑا تھا۔ قاضی ابو یوسف نے نبی اکرم ﷺ کے اسوہ حسنہ اور خلفائے راشدین کے طرز عمل کی مثالیں پیش کر کے بڑی جراءت سے فرمایا: ''آپ اسے سزا نہیں دے سکتے۔'' اسوہ حسنہ کا حوالہ آتے ہی ہارون رشید کا غصہ جاتا رہا اور اس نے اس شخص کو فوراً چھوڑنے کا حکم دے دیا۔''(۲۲)

بہت بعد کے زمانے کی بات ہے کہ ''ملک شاہ سلجوقی کا بیٹا، سلطان سنجر، خراسان کا فرماں روا تھا۔ امام غزالیؒ اس سے ملے اور اسے مخاطب کر کے کہا: ''افسوس! مسلمانوں کی گردنیں مصیبت اور تکلیف سے ٹوٹی جارہی ہیں۔ اور تیرے گھوڑوں کی گردنیں طوق ہائے زریں سے جھکی جارہی ہیں۔''(۲۳)

آزادی اظہار ایک ایسی قوت اور نعمت ہے، جس کی وجہ سے خرابیوں کے در بند اور بھلائیوں کے دَر وا ہوتے ہیں۔ شیخ الاسلام عز الدین بن عبد السلام نے عید کے دن جبکہ جشن منایا جارہا تھا اور لوگ بادشاہ کے حضور نذرانے پیش کر رہے تھے۔ شیخ الاسلام نے بھرے دربار میں بادشاہ کو مخاطب کر کے کہا: ''ایوب! خدا کو تم کیا جواب دو گے۔ جب پوچھا جائے گا کہ ہم نے تم کو مصر کی سلطنت اس لئے دی تھی کہ شراب آزادی سے پی جائے؟'' بادشاہ نے پوچھا ''کیا یہ واقعہ ہے؟'' شیخ نے بلند آواز میں کہا: ''ہاں! فلاں جگہ شراب آزادی سے بک رہی ہے اور تم یہاں خوشیاں منانے میں

مصروف ہو۔'' بادشاہ نے یہ سن کر فوراً شراب کی دکان بند کروا دی''۔(۴۴)

آزادی اظہار انسان کا ایسا بنیادی حق ہے جسے اسلام نے نہ صرف تسلیم کیا ہے بلکہ ہر دور میں اس بنیادی حق کو یقینی بنانے کے لئے اعلیٰ وارفع اور روشن مثالیں قائم کی ہیں جب بھی اس بنیادی انسانی حق کو غصب کرنے کی کوشش کی گئی ہے تو معاشرے میں بگاڑ ہی نے جنم لیا ہے۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی جانب سے ودیعت کردہ اس بنیادی حق کی پاسداری کی جائے' تاکہ ہمارا معاشرہ تہذیب وتمدن کا نہ صرف اعلیٰ نمونہ پیش کرے بلکہ امن وسکون کا گہوارہ بھی بن جائے۔

...... حوالہ جات ......

۱۔ بنیادی حقوق۔ محمد صلاح الدین۔ ادارہ ترجمان القرآن لاہور۔ طبع دوم۔ ۱۹۷۸ء

۲۔ حضرت عمر فاروق۔ محمد حسن ہیکل۔ مترجم: حبیب اشعر' مکتبہ میری لائبریری' لاہور طبع اول ۱۹۹۴ء

۳۔ قرآن مجید' سورۃ النساء آیت ۱۳۵ ۴۔ قرآن مجید' سورۃ البقرہ۔ آیت ۲۸۳

۵۔ قرآن مجید سورۃ البقرہ۔ آیت ۱۴۰

۶۔ بنیادی حقوق' محمد صلاح الدین۔ ادارہ ترجمان القرآن۔ لاہور طبع دوم ۱۹۷۸ء

۷۔ قرآن مجید۔ سورۃ المجادلہ۔ آیات ۱۔۲

۸۔ سیرت النبیؐ۔ علامہ شبلی نعمانی۔ الفیصل ناشران وتاجران کتب اردو بازار۔ لاہور طبع اول۔ ۱۹۹۱

۹۔ محسنِ انسانیت۔ نعیم صدیقی اسلامک پبلیکیشنز۔ شاہ عالم مارکیٹ۔ لاہور۔ طبع دہم۔ ۱۹۸۱ء

۱۰۔ سیرت النبی۔ علامہ شبلی نعمانی۔ الفیصل ناشران وتاجران کتب اردو بازار۔ لاہور طبع اول۔ ۱۹۹۱ء

۱۱۔ خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکرؓ طالب الہاشمی' حسنات اکیڈمی۔ لاہور۔ طبع اول۔ ۱۹۸۷ء

۱۲۔ سیاسی وثیقہ جات' ڈاکٹر محمد حمید اللہ۔ مجلس ترقی ادب لاہور۔ طبع اول ۱۹۶۰ء

۱۳۔ الفاروق۔ علامہ شبلی نعمانی' مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور۔ ۱۹۸۸ء

۱۴۔ عشرہ مبشرہ۔ بشیر ساجد۔ البدر پبلیکشنز اردو بازار لاہور طبع اول۔ ۱۹۹۰ء

۱۵۔ شہید المحراب۔ عمر تلمسانی۔ ترجم حافظ محمد ادریس۔ البدر پبلیکشنز لاہور طبع اول۔ ۱۹۸۹ء

۱۶۔ حیاتِ فاروق اعظم۔ مترجم علامہ شاہ حسن عطاء۔ نفیس اکیڈمی کراچی۔ طبع دوم ۱۹۸۳ء

۱۷۔ حضرت عمر فاروق۔ محمد حسین ہیکل۔ مترجم حبیب اشعر مکتبہ میری لائبریری' لاہور۔ ۱۹۹۴ء

۱۸۔ عشرہ مبشرہ۔ بشیر ساجد۔ البدر پبلیکشنز اردو بازار لاہور۔ طبع اول۔ ۱۹۹۰ء

۱۹۔ الفاروق۔ علامہ شبلی نعمانی' مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور۔ طبع اول ۱۹۸۸ء

۲۰۔ عشرہ مبشرہ۔ بشیر ساجد۔ البدر پبلیکشنز اردو بازار لاہور۔ طبع اول۔ ۱۹۹۰ء

۲۱۔ تاریخ دعوت وعزیمت۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی۔ مجلس نشریات اسلام' ناظم آباد کراچی' طبع اول ۱۹۸۲

۲۲۔ " " " " " " "

۲۳۔ بنیادی حقوق' محمد صلاح الدین۔ ادارہ ترجمان القرآن۔ اردو بازار لاہور۔ طبع دوم ۱۹۷۸ء

۲۴۔ " " " " " " "

مولانا مجاہد الحسینی مدظلہ ، فیصل آباد

انہدام بابری کے بعد

کشمیر میں حضرت عیسیٰؑ اور مری میں مریمؑ کی قبروں کا شوشہ اور کشمیر میں اسرائیلی کمانڈوز کی آمد یہودی سازش کا حصہ

اسلام کے دور اول سے ہی یہود و نصاریٰ کی مشترکہ کوشش رہی ہے کہ امت مسلمہ کو نقصان پہنچانے اور دین اسلام کی ہمہ گیر مقبولیت اور وسعت پذیری کے سدباب میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا جائے، خاص طور سے مدینہ منورہ اور اس کے گردونواح میں آباد یہودی قبائل نے اس دور کے عیسائی حکمرانوں کے ساتھ مل کر حضور محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو نقصان پہنچانے اور اسلام کا راستہ روکنے کے لئے جو جو خطرناک پروگرام بنائے اور گھناؤنی سازشیں کیں، تاریخی کتب کے اوراق ان سے بھرپور ہیں، امت مسلمہ کے خلاف یہود و نصاریٰ کے خوفناک منصوبوں اور ان کی اسلام دشمن شب و روز سرگرمیوں سے تنگ آ کر حکم الہیٰ کے مطابق ایک سال کی مہلت کے بعد تمام غیر مسلموں کا حدود حرم میں داخلہ ممنوع قرار دے دیا گیا اور پھر حضور محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مجبوراً یہ اعلان کرنا پڑا کہ

اخرجوا الیھود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب ۔

''یہود و نصاریٰ کو جزیرہ عرب سے نکال باہر کیا جائے''

امت مسلمہ اور ممالک اسلامیہ کے خلاف ان یہود و نصاریٰ کے خطرناک منصوبوں اور گھناؤنی سازشوں کے سلسلے کی تازہ ترین کڑی سرزمین مقبوضہ کشمیر میں بھارتی دشمنان اسلام کے تعاون کے ساتھ اسرائیلی یہودی کمانڈوز کی آمد ہے، جن دنوں فرزند اسلام کی تاریخی بابری مسجد کو بھارتی اسلام دشمن ہندوؤں نے رام مندر کا فرضی استھان (مقام) قرار دے کر منہدم کر دیا تھا، اور اس ناجائز اقدام اور اپنی مقدس عبادت گاہ مسجد کو بچانے کی خاطر رکاوٹ بننے والے ہزاروں مسلمان خاک اور خون میں تڑپا دیئے گئے تھے نیز گجرات، کاٹھیاواڑ کے علاقہ احمد آباد، سورت وغیرہ خوشحال اور معاشی طور پر ترقی پذیر مسلمانوں کو زندہ جلا کر بھسم کر دینے اور ان کے تجارتی و صنعتی مراکز نذر آتش کر کے راکھ کا ڈھیر بنا دینے کے لرزہ خیز واقعات ہمہ گیر ہیں۔ ٹھیک انہی دنوں مقبوضہ کشمیر میں مسلمانوں کے مقدس مقام خانقاہ حضرت بل (سرینگر) کو حضرت مسیح عیسیٰؑ کی قبر اور پاکستان کے حسن افزاء مقام مری کو حضرت مریمؑ کا مقبرہ قرار دینے کا شوشہ

چھوڑنا یہود و نصاریٰ کی گھناؤنی سازش اور اسی خطرناک منصوبے کا حصہ ہے جو فرنگیوں نے اپنے خود کاشتہ پودے فتنہ قادیانیہ کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی کی معرفت یہ ڈھونگ رچایا تھا کہ سری نگر کے محلہ خانیار میں واقع خانقاہ سید نصیر الدین خانیاری کے احاطے میں حضرت عیسیٰ مدفون ہیں۔ برصغیر میں عیسائیوں کے دور حکومت میں یہ شوشہ اس لئے وضع کیا گیا تھا تا کہ اس کی بناء پر ایک صحت افزاء جنت نظیر مقام عیسائیوں کا ایک مقدس مقام قرار پائے اور یہودی ریاست اسرائیل کی طرح اس علاقے میں عیسائی ریاست معرض وجود میں لائی جاسکے۔

اس سلسلے کی قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ ''عیسیٰ در کشمیر'' کے زیر عنوان قادیانیوں کی طرف سے ایک کتابچہ بھی شائع کیا گیا تھا اور ۱۹۳۱ء میں جب ایک کشمیری سپاہی نے قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے مسلمان سے قرآن مجید چھین کر زمین پر پٹخنے کے بعد اسے ٹھڈے مار کر ورق ورق کر کے سخت توہین کی تھی تو کشمیری مسلمان مشتعل ہو کر سراپا احتجاج بن گئے تھے۔ کشمیری مسلمانوں کا یہ احتجاج ایک تحریک کی شکل اختیار کر گیا' نہتے کشمیریوں پر مہاراجہ کے ظالم سپاہیوں نے گولیوں کی بوچھاڑ کر کے خون کی ندیاں بہادیں اور لاشے تڑپا دیئے تھے' کشمیر کی نازک صورتحال کے پیش نظر علامہ اقبال کی حسب ہدایت ایک کشمیر کمیٹی تشکیل دی گئی جس میں مرزا بشیر الدین محمود قادیانی بھی آ گھسے تھے۔

ان دنوں قادیانیوں کی طرف سے یہ پروپیگنڈا مہم تیز تر ہو گئی تھی کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیبی مرحلے سے گزر کر زخمی حالت میں سفر اختیار کر کے خفیہ طریق سے سری نگر میں آ گئے تھے جنہیں ''بعد الموت'' یہاں دفن کر دیا گیا تھا' لہذا وفات مسیح کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ہیں' جبکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی سورۃ نساء میں فرمایا ہے

ماقتلوہ و ما صلبوہ (۱۵۹) ''مسیح عیسیٰ علیہ السلام کو نہ کسی نے قتل کیا اور نہ ہی انہیں صلیب پر لٹکایا گیا ہے بلکہ انہیں اللہ نے اپنی جانب اٹھالیا ہے۔''

نیز مختلف احادیث الرسول ﷺ میں بھی مسیح عیسیٰ علیہ السلام کی بابت رفع الی السماء یعنی آسمان کی جانب اٹھائے جانے اور قرب قیامت کو دمشق میں ان کے نزول اور آمد کا تذکرہ موجود ہے اور پوری امت مسلمہ اس کی صداقت کا عقیدہ رکھتی ہے۔ بہر نوع علامہ اقبال کو چند ارباب فہم و فراست نے قادیانیوں کی مذہبی اور سیاسی ریشہ دوانیوں اور خفیہ سرگرمیوں سے آگاہ کیا تو علامہ صاحب نے کشمیر کمیٹی توڑ کر علیحدگی اختیار کر لی تھی' جہاں تک خطہ کشمیر سے متعلق بعض تاریخی کتب کے حوالہ جات کا تعلق ہے جن میں سے مشہور مورخ خواجہ محمد اعظم دیدہ مری کی تاریخ میں ایک بادشاہ زادہ ''یوز اسف'' کا حوالہ دیا گیا ہے' یہ اگر مسیح عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت ہوتی تو بادشاہ زادہ کس مناسبت سے لقب دیا گیا تھا؟ اسی طرح مورخ کشمیر محمد دین فوق اور کلیم اختر نے بھی اپنے مفصل مضامین میں ثابت کیا ہے کہ وادی کشمیر میں یوز اسف نامی یا عیسیٰ نامی مدفون کوئی بھی شخص مسیح عیسیٰ علیہ السلام ہر گز نہیں ہے اور تاریخ حسن کا مصنف پیر زادہ حسن شاہ نے اہل تشیع کے عقیدے کے حوالے سے یوز اسف کو امام جعفر صادق کی اولاد میں سے قرار دیا ہے۔

اس طرح لکھنے والے قلم کے زور سے جو بھی جھوٹی کہانیاں وضع کرلیں اور افسانے تراش لیں حضرت مسیح عیسیٰ کی نہ وفات ثابت کرسکتے ہیں اور نہ ہی دمشق میں ان کے نزول سے قبل ان کا مدفن کشمیر یا کسی دوسرے مقام پر ثابت کرنے میں کامیاب ہوسکتے ہیں۔

باقی رہی پاکستان کے صحت افزاء مقام مری میں حضرت مریمؑ کی قبر کی نئی تحقیق کی بات تو محض مری نام سے مریمؑ مراد لینا اگر درست ہے تو امریکی ریاست ''میری لینڈ'' کی بابت ان کی کیا رائے ہے؟ جو پوری سرزمین ہی ''میری'' کے نام سے منسوب ہے اگر ہزاروں برس کی تحقیق کے بعد ایک عیسائی محققہ سفرزانی میری اوسن کا قلم مری پر آکر رک سکتا ہے تو کچھ عرصے بعد یہ محققہ میری ہی مریم قرار پاسکتی ہے اور اس کی وصیت کے مطابق اس کا مدفن میری لینڈ کیوں نہیں قرار پاسکتا ہے۔

مجھے تو حیرت اس پر ہے کہ ایک جانب تو عیسائی محققین فخریہ انداز میں دعویٰ کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے دین و مذہب اور کائنات کی علانیہ اور پوشیدہ ہر چیز کی بابت ایسی ایسی معلومات حاصل کرلی ہیں کہ دنیا میں کسی اور کو ان تک رسائی نہیں ہے اور دوسری جانب حال یہ ہے کہ انہیں دو ہزار سال گزرنے کے باوجود ابھی تک یہ پتہ نہیں چل سکا کہ ان کے نبی و رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریم علیہا السلام کی قبر کہاں واقع ہے؟ جو قوم اپنے نبی اور اس کے خاندان کی بابت صحیح معلومات نہیں رکھتی بلکہ شکوک و شبہات میں مبتلا ہو اسے دنیاوی اور سیاسی معاملات میں کوتاہ فکر و نظر نہ قرار دیا جائے تو اور کیا ہو؟

برین عقل و دانش بباید گریست

﴿بقیہ صفحہ ۳۶ سے﴾ میڈیکل وغیرہ وغیرہ) کے لحاظ سے بھی مختلف شعبہ ہائے زندگی کے اطوار و عرف سے واقفیت کو بھی شامل کرلیا جائے تو بات اور زیادہ دشوار اور پیچیدہ ہو جائے گی۔

کسی فرد واحد میں اتنے علوم و فنون اور معلومات کا جمع ہوسکنا ناممکنات سے ہے۔ قدیم فقہاء نے ماخذ کے لحاظ سے تجزی فی الاجتہاد کے عنوان سے اس کا حل پیش کیا ہے یعنی ایک شخص ایک شعبہ (مثلاً تفسیر یا حدیث) میں اجتہاد کی اہلیت سے بہرہ ور ہے اور دوسرا شخص دوسرے شعبہ علم میں۔ تو یہ صورت جمہور فقہاء کے نزدیک قابل قبول ہے اور اگر تجزی فی الاجتہاد کو محل کے (جس شعبہ میں اجتہاد کیا جا رہا ہو) کے نقطہ نظر سے بھی تسلیم کرلیا جائے۔ تو معاملات میں توسع و تنوع کا دائرہ مزید وسیع ہو جائے گا اس طرح ایک ملک یا متعدد مسلم ممالک کے علماء و فقہاء کامل کر اجتماعی اجتہاد کر کے مسائل کا حل دریافت کرنا چنداں مشکل نہیں ہوگا۔ اس سے نہ صرف وقت کی اہم ترین ضرورت پوری ہوگی بلکہ یہ حضرات پوری ملت اسلامیہ کی طرف سے فرض کفایہ ادا کر کے پوری ملت ہی کے نہیں پوری انسانیت کے محسن قرار پائیں گے۔

بحث ونظر

اکرام اللہ جان قاسمی *

اسلام میں خواتین کے حقوق وفرائض

اسلام سے قبل عورتوں کی حالت

عورت کا معاشرہ کا ایک اہم جز بلکہ نصف معاشرہ ہے اس کی عدم موجودگی سے معاشرہ تو کیا ایک خاندان بھی تکمیل نہیں پاتا۔ بدقسمتی سے گزشتہ تہذیبوں میں اس صنف کی بعض کمزوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسے نہ صرف پس پشت ڈالا گیا تھا بلکہ بعض مہذب معاشروں میں اس کو ایک مشین یا گھر کے سامان بلکہ اس سے بھی کمتر چیز کی حیثیت دی گئی تھی' انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے مطابق قدیم یونان میں عورت کا درجہ اتنا گرایا گیا تھا کہ اس کی حیثیت بچہ پالنے والی باندی کی ہو کر رہ گئی تھی (۱) اس وقت کی اس متمدن تہذیب میں عورت کی ساری زندگی غلامی میں گزر جاتی تھی جب تک اس کی شادی نہ ہوتی وہ مالک یا باپ کی غلام ہوتی اور شادی ہو جانے کے بعد وہ خاوند کی غلام بن جاتی تھی' زدوکوب کرنا اور تادیبی کاروائی کرتے ہوئے غیر انسانی سزائیں دینا عیب نہیں سمجھا جاتا تھا (۲) قدیم روم میں عورت کی حیثیت غلام کی سی ہوتی تھی اسے بازار میں بیچا اور خریدا جا سکتا تھا کسی کوتاہی پر اسکو قتل کرنا کوئی قابل سزا جرم نہ تھا (۳) قدیم عیسائیت نے بھی عورت کو انتہائی پست درجہ دیا تھا اسے شیطان کا دروازہ اور تمام خباثتوں کی جڑ قرار دیا گیا تھا۔ بائبل کے مطابق عورت کو چاہیے کہ اپنے سر پر محکوم ہونے کی علامت رکھے (۴) نیز اگر کوئی مرد کسی عورت سے شادی کرے اور پسند نہ آئے تو طلاق دے کر گھر سے چلتا کر دے (۵) قدیم ہندومت کے مطابق اگر عورت جھگڑا کرے تو اسے فوراً طلاق دی جائے اور اگر خاوند سے دشمنی کرتی ہو تو ایک سال انتظار کرنے کے بعد زیور اور کپڑے سب کچھ چھین کر گھر سے باہر نکال دیا جائے (۶)

اس طرح اسلام سے ذرا قبل عرب معاشرہ میں عورت کی جو حیثیت تھی وہ بھی اتنی بھیانک تھی کہ رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ عرب کبھی تنگدستی کے خوف سے اور کبھی موجب عار سمجھ کر اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کرتے۔ اسلام نے قتل بنات کو جرم عظیم بتا کر اس سفاکانہ اقدام سے روکا ارشاد خداوندی ہے:

قد خسر الذين قتلوا اولادهم سفها بغير علم (۷)

---

* فاضل دیوبند' پی ایچ ڈی' لیکچرار علوم اسلامیہ' گورنمنٹ کالج آف کامرس مردان

ترجمہ: تحقیق خسارے میں پڑ گئے وہ لوگ جنہوں نے اپنی اولاد کو بے وقوفی سے قتل کیا بغیر علم کے۔

اور قیامت کی ہولناکی یاد دلا کر بتایا کہ کل قیامت کو ان چھوٹی بچیوں کے ہاتھ تمہارے گریبانوں میں ہوں گے۔

و اذا الموء دۃ سئلت بای ذنب قتلت (۸)

ترجمہ: اور یاد کرو وہ وقت جب زندہ گاڑھی ہوئی بچی سے پوچھا جائیگا کہ اسے کس گناہ کی وجہ سے قتل کیا گیا ہے۔

اس طرح بچیوں کی پیدائش کو موجب عار سمجھا جاتا تھا۔ قرآن کا بیان ہے:

و اذا بشر احدھم بالانثی ظل وجھہ مسودا و ھو کظیم O یتواری من القوم من سوء مابشر بہ ایمسکہ علی ھون ام یدسہ فی التراب الاسآ مایحکمون (۹)

ترجمہ: اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی خوشخبری دی جاتی ہے تو اس کے چہرہ (کا رنگ) کالا پڑ جاتا ہے اور وہ غصہ کے گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے۔ اس خبر کے رنج کی وجہ سے وہ لوگوں سے منہ چھپاتا پھرتا ہے کہ آیا ذلت اٹھا کر اسے اپنے پاس رہنے دے یا اس کو مٹی میں (زندہ) گاڑ دے۔ کتنا برا فیصلہ ہے جو یہ کر بیٹھتے ہیں۔

اسلام نے بیٹی کی پیدائش کو رحمت قرار دیا اور اس کو شفقت و محبت کا سائبان فراہم کیا۔

عورت کی حیثیت موجودہ مغربی تہذیب میں:

موجودہ مغربی تہذیب نے آزادی نسواں کی آواز بلند کی تو بجائے اس کے کہ عورت کو معاشرہ کا ایک فرد قرار دے کر اس کو اس کے صحیح اور جائز حقوق دیئے جاتے اسے گھر سے باہر کر دیا گیا اور گھر جو کہ ایک چھوٹی سی حکومت تھی جس کی سربراہ عورت تھی اور جہاں پر انسانیت کی تیاری کا سامان تھا موجودہ مغربی تہذیب نے عورت کا یہ محفوظ ٹھکانہ تباہ کر کے اسے دَر دَر کی ٹھوکریں کھانے اور ذلیل و رسوا ہونے پر مجبور کر دیا ہے اب نہ اس کی عزت محفوظ ہے نہ جسم و جان۔ چند پیسوں کی خاطر یہ بک جاتی ہے۔ لُٹ جاتی ہے۔ مگر جدید زمانہ (Modern Age) ہے کہ اس کو اَوجِ ثریا گردانتا ہے جبکہ یہ صورتِ حال عورت کے لئے قعرِ مذلت کی اتاہ گہرائیوں میں زندہ درگور ہونے کی علامت ہے۔

ابتداء عیسائیت میں طلاق کا تصور نہیں تھا جیسا کہ بائبل میں ہے کہ مسیح علیہ السلام سے سوال کیا گیا ''کیا جائز ہے کہ مرد ایک سبب سے اپنی بیوی کو طلاق دے دے آپ نے فرمایا کہ جسے خدا نے ملا دیا ہے اسے انسان جدا نہ کرے۔ (۱۰)

مگر بعض ناگزیر حالات میں طلاق نہ صرف طرفین کو اذیت سے بچانے کا سبب ہو سکتی ہے بلکہ معاشرہ میں سے بگاڑ ختم کرنے کا ایک موثر ذریعہ بھی ہے۔ چنانچہ مشرقی کلیسا نے قانونِ فطرت کے تحت نہ صرف طلاق کی اجازت دے دی بلکہ ۱۹۱۰ء میں انگلستان میں مرد و عورت دونوں کو طلاق کا اختیار دیا گیا جس سے ایک بحران پیدا ہوا اور یوں طلاق کی شرح اس حد تک بڑھی کہ انگلستان کی ایک عدالت جب تعطیل کے بعد کھل گئی تو پہلے ہی روز چار ہزار ایک سو طلاق کی درخواستیں پیش ہوئیں (۱۱)

اسلام میں عورت کے حقوق:

اسلام نے آ کر عورت کو نہ صرف سابقہ غلامانہ تہذیبوں سے نجات دلائی بلکہ اس کو اس کے جائز حقوق اور اعلیٰ مقام دے کر رفعت و بلندی کی معراج پر پہنچایا اور مرد وزن کے حقوق کی تقسیم اور عورت کو اس کے اعلیٰ مقام دینے میں وہ ہمہ گیر اور بے بدل نظام پیش کیا جس کی نظیر پیدائش گیتی سے لے کر قیام قیامت تک ملنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے اس تمہید کے بعد اب اصل موضوع کی طرف لوٹتے ہیں کہ قرآن وحدیث میں عورت کا کیا مقام ہے اور اس کے حقوق اور ذمہ داریاں کیا ہیں۔

مرد وزن کے حقوق میں برابری:

اسلام نے مرد وزن کو حقوق میں برابری دی ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ولهن مثل الذى عليهن بالمعروف [۱۲]

ترجمہ: اور عورتوں کے مردوں پر اسی طرح حقوق ہیں جس طرح مردوں کے عورتوں پر ہیں دستور کے موافق۔

اخروی ثواب کے اعتبار سے بھی مرد وزن دونوں ایک طرح کی جزا وسزا کے مستحق ہیں اور ان میں صنف کی وجہ سے کوئی فرق نہیں ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ومن يعمل من الصلحت من ذكر او انثى وهو مومن فاولئك يدخلون الجنة ولا يظلمون نقيرا [۱۳]

ترجمہ: اور جو کوئی عمل کرے نیک، مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو پس ایسے لوگ داخل کئے جائیں گے جنت میں اور نہ ظلم کیا جائے گا ذرہ برابر۔

سورۃ احزاب میں ارشاد ہے:

ان المسلمين والمسلمت والمومنين والمومنت والقنتين والقنتت والصدقين والصدقت والصبرين والصبرت والخشعين والخشعت والمتصدقين والمتصدقت والصائمين والصائمت والحفظين فروجهم والحفظت والذاكرين الله كثيرا والذاكرات اعد الله لهم مغفرة واجرا عظيما [۱۴]

ترجمہ: بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان دار مرد اور ایمان دار عورتیں اور بندگی کرنے والے مرد اور بندگی کرنے والی عورتیں اور سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور خشوع کرنے والے مرد اور خشوع کرنے والی عورتیں اور صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں اور روزہ دار مرد اور روزدار عورتیں اور حفاظت کرنے والے مرد اپنی شرمگاہ کی اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور یاد

کرنے والے اللہ کو بہت زیادہ اور یاد کرنے والی عورتیں تیار کر رکھا ہے اللہ نے ان کے لئے مغفرت اور اجر بڑا۔

اسی طرح برے عمل میں بھی دونوں برابر ہیں ارشاد باری ہے

والسارق والسارقة فاقطعوا ایدیهما جزاء بما کسبانکالا من الله [۱۵]

ترجمہ: اور چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت سو کاٹو ہاتھ ان دونوں کے یہ بدلہ ہے اس کا جوانہوں نے کیا سزا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔

نیز ارشاد ہے:

الزانية والزانی فاجلدو اکل واحد منهما مائة جلدة [۱۶]

ترجمہ: بدکاری کرنے والی عورتیں اور بدکاری کرنے والے مرد سو مارو ہر ایک دونوں میں سے سو سو درے۔

قرآن کریم سے بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ فضیلت دی ہے۔

ارشاد ہے: وللرجال علیهن درجة [۱۷]

ترجمہ: اور مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ فضیلت حاصل ہے۔

مگر یہ فضیلت اس اعتبار سے ہے کہ مرد پر زیادہ ذمہ داریاں ہیں وہ عورتوں کی جان وعزت کے محافظ ہیں اور اپنے اموال ان پر خرچ کرتے ہیں پھر عورت جسمانی ساخت کے اعتبار سے بھی مرد سے کمزور اور کم تر ہے چنانچہ مخصوص جسمانی ساخت کے اعتبار سے جو مرد و زن میں فطری فرق ودیعت کیا گیا ہے اس کی وجہ سے بظاہر حقوق میں اونچ نیچ نظر آتی ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ عورت کو اس کے جائز حقوق نہیں دیئے گئے ہیں جس طرح ایک ڈاکٹر کہتا ہے ناخن کے مقابلہ میں آنکھ کی زیادہ حفاظت کرنی چاہیے تو کوئی عقلمند یہ نہیں کہہ سکتا کہ ایک جسم کے اعضا میں فرق کیا گیا' اس طرح اسلام نے جو مرد و زن کے حقوق میں مرد کو جو معمولی برتری دی ہے وہ عورت کی مخصوص جسمانی و ذہنی تفاوت کی وجہ سے ہے۔ [۱۸]

اب ذیل میں عورتوں کے ان حقوق کو بیان کیا جاتا ہے جو اسلام نے ان کو دیئے ہیں۔

۱۔ زندہ رہنے کا حق

پہلے بیان ہوا کہ دورِ جاہلیت میں عرب کے سنگدل معاشرہ میں لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا۔ اسلام نے آ کر نہ صرف اسے زندہ رہنے کا حق دیا بلکہ لڑکی کی پیدائش کو باعث رحمت بتایا اور ان کے ساتھ حسن وسلوک پر جنت کا وعدہ کیا گیا۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ رسول اکرمؐ سے نقل کرتے ہیں:

من کانت له انثی فلم یئدها ولم یهنها ولم یوثر ولده' علیها یعنی الذکور ادخل الله الجنة [۱۹]

ترجمہ: جس کے ہاں لڑکی پیدا ہو اور وہ اس کو زندہ درگور نہ کرے اور اس کی حقارت نہ کرے اور نہ اس پر لڑکے کو ترجیح دے اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرے گا۔

نیز بخاری شریف میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے رسول اکرمؐ نے فرمایا:

من بلی من هذه البنات شیأ فاحسن الیهن کن له سترا من النار [40]

ترجمہ: جو کوئی لڑکی کی پیدائش کی آزمائش میں ڈالا گیا اور وہ اس لڑکی کے ساتھ محبت و مہربانی کا سلوک کرے تو وہ دوزخ کے عذاب اور اس کے درمیان حائل ہو کر پردہ بن جائے گی۔

۲۔ پرورش کا حق

اسلام نے ہر بچے کو یہ حق دیا کہ اس کی پرورش کی جائے اور اس کی ضروریات مثلاً خوراک و پوشاک اور صحت کا خیال رکھا جائے اس سلسلے میں لڑکے کی پرورش کو تو بطیب خاطر قبول کیا جاتا مگر لڑکی کی پرورش میں سرد مہری سے کام لیا جاتا ہے اسلام نے لڑکی کی پرورش میں زیادہ اجر و ثواب بتایا ہے حضرت انسؓ کی روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

من عال جاریتین حتیٰ تبلغاجاء یوم القیمة انا وهو کهاتین وضم اصابعه [41]

ترجمہ: جو شخص دو لڑکیوں کی پرورش کرے گا یہاں تک کہ وہ جوان ہو جائیں تو قیامت کے دن میں اور وہ اس طرح ہوں گے اور آپؐ نے دو انگلیاں ملا کر اشارہ فرمایا۔

اس طرح ایک اور حدیث شریف میں حضرت ابو سعید خدریؓ رسول اقدس کی روایت نقل فرماتے ہیں:

من کان له ثلاث اخوات او بنتان او اختان فاحسن صحبتهن واتقی الله فیهن فله الجنة [42]

ترجمہ: جس کی تین بہنیں یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں اور وہ ان کی اچھی پرورش کرے اور ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے تو اس کے لئے جنت ہے۔

۳۔ تعلیم کا حق

اسلام نے علم کا حصول ہر مسلمان پر فرض قرار دیا ہے اور اس سلسلے میں عورت کو نہ صرف تعلیم حاصل کرنے کی اجازت دی ہے بلکہ اسے اسکا حق قرار دے کر اس کے حصول کی پر زور تاکید کی ہے چنانچہ ایک جگہ قرآن میں براہ راست عورتوں کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے۔

واذکرن مایتلیٰ فی بیوتکن من آیت الله والحکمة [43]

ترجمہ: جو کچھ تمہارے گھروں میں قرآن و حدیث میں سے بیان ہوا سے یاد رکھا کرو۔

اس طرح ابوداؤد کی ایک روایت میں حضرت ابو سعید خدریؓ رسول اکرمؐ سے ارشاد نقل فرماتے ہیں:

من عال ثلاث بنات فادبهن وزوجهن واحسن اليهن فله الجنة (۴۴)

ترجمہ: جس نے تین لڑکیوں کی پرورش کی، اور (تعلیم و تربیت کے ذریعہ) ان کو ادب سکھایا اور انکے ساتھ اچھا برتاؤ رکھا تو اس کے لئے جنت ہے۔

اسلام کا سینہ تعلیم کے باب میں اتنا وسیع ہے کہ اس نے نہ صرف اپنی بچیوں کے بارے میں تعلیم کی تائید کی ہے بلکہ لونڈی اور غلاموں کو بھی تعلیم کا مستحق قرار دے کر اسے اجر و ثواب کی چیز بتایا ہے چنانچہ علامہ ابن عبداللہ اپنی کتاب میں آپ کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

ایما رجل کانت عنده ولیدة فعلمها فأحسن تعلیمها وادبها فاحسن تادیبها ثم اعتقها وتزوجها فله اجران (۴۵)

ترجمہ: جس شخص کے پاس کوئی لونڈی ہو وہ اسے اچھے طریقہ پر علم سکھائے اور عمدہ ادب سکھائے پھر اسے آزاد کر کے اس کے ساتھ شادی کر لے تو اس کے لئے دوہرا اجر ہے۔

۴۔ نکاح میں خاوند کے انتخاب کا حق

اسلام سے قبل عورت اپنے نکاح اور خاوند کے انتخاب میں لب کشائی کی اجازت نہیں تھی اور اگر کوئی عورت اس سلسلے میں کوئی بات کرتی تو اس کو بے غیرتی اور آوارگی کی علامت تصور کیا جاتا تھا اگرچہ والدین اور سرپرست رشتے کی نزاکتوں کو لڑکی سے بہتر سمجھتے ہیں تاہم تجربہ سے ثابت ہے کہ بعض اوقات ان کا یہ کلی اختیار لڑکی کو ذاتی مفادات کی تکمیل میں تباہی کے دھانے پہنچا دیتا ہے اس لئے شریعت نے عورت کو یہ فطری حق دیا کہ وہ زندگی کا سفر طے کرنے کے لئے اپنے لئے بہتر رفیق حیات کا انتخاب کر سکے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ رسول اکرم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں۔

لاتنکح الایم حتی تستامرو لا تنکح البکر حتی تستاذن۔ (۴۶)

ترجمہ: کسی بیوہ یا مطلقہ کا نکاح نہیں کیا جائے جب تک کہ وہ خود اس کے بارے میں کہہ نہ دے اور کسی دوشیزہ کا نکاح نہیں کیا جائے گا جب تک اس سے اس کی اجازت نہ لے لی جائے۔

اگر کسی عورت کا ولی اس کا نکاح اس کی مرضی کے خلاف کر دے تو نکاح کالعدم سمجھا جائے گا۔ چنانچہ حضرت خنساءؓ بنت حزام کا نکاح ان کی مرضی کے خلاف ان کے باپ نے کر دیا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے یہ نکاح ختم کرا دیا۔ (۴۷)

نیز نابالغ لڑکی چونکہ ناسمجھ ہوتی ہے اس لئے اس کا ولی اس کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح کر سکتا ہے تاہم اگر لڑکی کو ناپسند ہو تو بالغ ہوتے ہی اسے اس عقد کو مسترد کرنے کا اختیار حاصل ہے۔

۵۔ مہر کا حق

اسلام سے قبل دور جاہلیت میں بھی مہر کا تصور موجود تھا مگر جو مہر باندھا جاتا وہ عورت کو نہیں ملتا تھا بلکہ اس کا

ولی اسے اپنا حق سمجھ کر ہتھیا جاتا۔ عورت کا مہر ختم کرنے کی ایک صورت یہ تھی کہ لڑکی کے بدلے میں لڑکی دے دی جاتی اور ایک لڑکی کو دوسری لڑکی کے مہر کا بدل قرار دیا جاتا اور دونوں میں سے کسی کو بھی مہر نہ ملتا۔ اسے شغار کہا جاتا تھا اسلام نے اس ظالمانہ رسم کو ختم کیا حضرت عبداللہ بن عمرؓ ارشاد نبوی نقل کرتے ہیں۔

نھی رسول اللہ ﷺ عن الشغار (۲۸)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے نکاحِ شغار سے منع فرمایا ہے۔

قرآن نے ان تمام زیادتیوں کا دروازہ بند کر کے مہر کو صرف عورت کا حق قرار دیتے ہوئے حکم دیا۔

و اتو النسآ صدقا تھن نحلۃ (۲۹)

ترجمہ: عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی سے ادا کرو۔

علامہ ابوبکر جصاصؒ اس کی تشریح میں فرماتے ہیں۔

ان المھر لھا و ھی المستحقۃ لہ. لا حق للولی فیہ (۳۰)

ترجمہ: مہر عورت کی ملکیت ہے وہی اس کی مستحق ہے اس کے سرپرست کا اس میں کوئی حق نہیں ہے۔

۶۔ نان و نفقہ کا حق

اسلام نے خاوند کے ذمہ یہ بات ضروری قرار دی ہے کہ وہ بیوی کا نان نفقہ اپنی حیثیت کے مطابق دیا کرے۔ اس میں خوراک، پوشاک، علاج اور رہنے کے لئے مکان جیسی بنیادی ضروریات شامل ہیں۔ قرآن کریم میں ہے۔

وعلی المولود لہ رزقھن و کسو تھن بالمعروف (۳۱)

ترجمہ: بچے کے باپ کی ذمہ داری ہے کہ وہ عورتوں کا کھانا اور پوشاک دستور کے موافق دیا کرے۔

اسی طرح مسلم میں رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

اتقو اللہ فی النساء فانکم اخذ تموھن بأمانۃ اللہ و استحللتم فروجھن بکلمۃ اللہ ولھن علیکم رزقھن و کسو تھن بالمعروف (۳۲)

ترجمہ: عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اسلئے کہ تم نے ان کو امانتِ الٰہی کے طور پر قبول کیا ہے اور ان کے ساتھ تمہارا ہمبستری کرنا اللہ تعالیٰ کے حکم سے جائز ہوا ہے (لہذا) ان عورتوں کا کھانا پینا اور لباس تم پر دستور کے موافق لازم ہے۔

۷۔ بہتر سلوک اور حسنِ معاشرت کا حق

عورت شادی کے بعد اپنے خاندان سے عملاً کٹ جاتی ہے اور خاوند کے گھر کی ہو جاتی ہے ایسے میں وہ خاوند کے رحم و کرم پر ہوتی ہے۔ اسلام نے تاکید کی ہے کہ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک سے کام لیا جائے اور ان کی کمزوریوں اور کوتاہیوں سے درگزر کیا جاوے۔ قرآن پاک میں ہے۔

وعاشروھن بالمعروف (۳۳)

ترجمہ: اور تم ان عورتوں کے ساتھ نہایت اچھے طریقہ سے گزر بسر کرو۔

حدیث شریف میں حضرت عائشہؓ رسول اللہ ﷺ سے نقل فرماتی ہیں:

خیر کم خیر کم لاھلہ و انا خیر کم لاھلی (۳۴)

ترجمہ: تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنی بیوی کے حق میں بہتر ہو اور میں تم سب میں اپنی بیویوں کے حق میں بہترین ہوں۔

اسی طرح حضرت ابو ہریرۃ حدیث نقل فرماتے ہیں:

إن من اکمل المومنین ایمانا احسنھم خلقا و ألطفھم بأھلہ (۳۵)

ترجمہ: مسلمانوں میں سے کامل ایمان والا وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں اور وہ اپنی بیوی پر زیادہ مہربان ہو۔

۸۔ کاروبار اور ملکیت کا حق

اسلام نے عورت کو کاروبار اور پیشہ اختیار کرنے کی اجازت دی ہے اس کے لئے تجارت' زراعت' ملازمت' درس وتدریس وغیرہ سب جائز کاموں کی اجازت دی ہے قرآن پاک میں ہے۔

للرجال نصیب مما اکتسبوا وللنسآء نصیب مما اکتسبن (۳۶)

ترجمہ: جو کچھ مردوں نے کمایا اس کے مطابق انکا حصہ ہے اور جو عورتوں نے کمایا اسکے مطابق عورتوں کا حصہ ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ وہ کسبِ معاش بھی اختیار کرسکتی ہیں اور مال کے کمانے کے بعد اس کی مالک بھی بن جاتی ہیں تاہم اسلام نے کمانے کی ذمہ داری مرد پر ڈالی ہے اور اس کے لئے عورت کو مجبور نہیں کیا۔ مغرب نے عورت کو معاشی حق نہیں دیا بلکہ اسے کمانے پر مجبور کردیا اور گھر سے باہر نکال کر اس کی رسوائی کی ہے اسلام نے پردہ اور حفاظتِ عفت کی شروط کے ساتھ اس کی اجازت دی ہے۔

۹۔ کاروبار اور ملکیت کا حق

اسلام سے قبل عرب کے معاشرہ میں عورت کا وراثت میں کوئی حق نہیں تھا بلکہ یہ ظلم کی انتہا تھی کہ شوہر کی وفات کے بعد عورت کے رشتہ داروں میں سے کوئی اس عورت کے سر پر چادر ڈال دیتا یہ اس بات کی علامت تھی کہ وہ اس عورت کا وارث ہوگیا۔ گویا عورت دیگر ترکہ اور جانوروں کی طرح تقسیم میں کسی کے حصہ میں آجاتی۔ (۳۷) اسلام نے مردوں کی طرح عورتوں کو بھی ترکہ میں حصہ کا حقدار ٹھہرایا قرآن پاک میں ارشاد ہے:

للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون وللنساء نصیب مما ترک الوالدان والاقربون مما قل منہ او کثر نصیباً مفروضا۔ (۳۸)

ترجمہ: مردوں کا بھی اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہے اور عورتوں کا بھی اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہے وہ تھوڑا ہو یا زیادہ یہ حصے اللہ پاک کی طرف سے مقرر کئے گئے ہیں۔

شریعت نے ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر رکھا ہے اس میں حکمت یہ ہے کہ مرد اپنے اوپر بھی اور اپنی بیوی پر بھی خرچ کرتا ہے جبکہ بیوی صرف اپنی ذات پر خرچ کرتی ہے اور اگر شادی ہو جائے تو پھر اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ ہو جاتا ہے۔(۳۹)

۱۰۔ تنقید واحتساب کا حق

اسلام نے عورت کو حکمرانی اور اجتماعی ذمہ داریوں کے بوجھ سے مستثنیٰ قرار دیا ہے کیونکہ وہ اس بوجھ کی متحمل نہیں ہے۔ تاہم اسے نیکی کی اشاعت اور برائی کی روک تھام میں مردوں کے ساتھ برابر شریک کیا ہے۔ ارشاد ہے:

والمومنون والمومنات بعضهم اولیآ بعض یامرون بالمعروف وینهون عن المنکر(۴۰)

ترجمہ: مومن مرد اور مومن عورتیں (نیکی کے کاموں میں) ایک دوسرے کے مددگار ہیں یہ نیکی کا حکم کریں گے اور برائی سے منع کریں گے۔

چنانچہ اس کا تقاضا ہے کہ وہ غلط کام پر تنقید کر کے اس کی اصلاح کرے۔ اس طرح وہ حدود وقصاص کے علاوہ دیگر معاملات میں قاضی کے عہدہ پر فائز بھی ہو سکتی ہے ہدایہ میں ہے:

یجوز قضاء المرأة فی کل شئی الافی الحدود والقصاص(۴۱)

حضرت عمرؓ کا قصہ تاریخ میں محفوظ ہے کہ انہوں نے وعظ میں مہر کی زیادہ مقدار مقرر کرنے سے منع فرمایا تو ایک بوڑھی عورت اٹھی اور کہا کہ آپ کا فیصلہ قرآنی آیت کے خلاف ہے ارشاد باری ہے:

واتیتم احدٰهن قنطار افلاتاخذو امنه شیأ(۴۲)

ترجمہ: کہ اگر تم نے ان عورتوں کو مہر میں ڈھیر سارا مال دیا ہو تو اس میں سے کچھ بھی واپس مت لو۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا:

کل الناس اعلم من عمر حتی العجائز(۴۳)

ترجمہ: سارے لوگ عمر سے زیادہ علم رکھتے ہیں یہاں تک کہ بوڑھیاں بھی علم میں اس سے بڑھ کر ہیں۔

مسلمان عورت کے فرائض

جس طرح ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ نے حقوق (Rights) دیئے ہیں اس طرح اس کے ذمہ کچھ فرائض (Duties) بھی عائد کئے۔ یہی فرائض دوسرے مسلمان کے حقوق ہیں جو اسے بااحسن طریقہ ادا کرنے چاہییں آیئے

دیکھتے ہیں اسلام نے عورت کے ذمہ کیا فرائض عائد کئے ہیں۔

۱۔ خاوند کی اطاعت واحترام

خاوند کو اللہ تعالیٰ نے عورتوں پر ایک درجہ فضیلت دی ہے اور یہ فضیلت اس بات کی متقاضی ہے کہ انکی خدمت' اطاعت اور احترام کیا جائے چنانچہ اطاعت گزار اور وفا شعار بیوی کو جنت کی خوشخبری ملی ہے حضرت ام سلمہؓ حضورؐ کا ارشاد نقل کرتی ہیں:

ایما امرأۃ ماتت و زوجھا عنھا راض دخلت الجنۃ [۴۴]

ترجمہ: جو عورت اس حال میں مرے کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو وہ جنت میں داخل ہوگی۔

دوسری روایت میں حضرت انسؓ سے منقول ہے۔

المرأۃ اذا صلت خمسھا و صامت شھرھا و احصنت فرجھا و اطاعت بعلھا فلتدخل من ای ابواب الجنۃ شاءت [۴۵]

ترجمہ: عورت جب پانچ وقت نماز ادا کرتی ہے رمضان کے روزے رکھتی ہے' اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرتی ہے اور اپنے خاوند کی فرمانبرداری کرتی ہے تو یہ جنت کے دروازوں میں سے جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔

۲۔ خاوند کے لئے آراستگی وزیبائش

انسان میں فطری طور پر اللہ تعالیٰ نے جنسی خواہش رکھی ہے اور اس کو پورا کرنے کے لئے مرد وعورت دونوں کو ایک دوسرے کی ضرورت ہے۔ اگر یہ ضرورت گھر پر پوری ہو تو نہ مرد بے راہ روی اختیار کرے اور نہ عورت بدچلن بنے۔ ان تعلقات کی استواری کے لئے ضروری ہے کہ مرد وعورت دونوں ایک دوسرے کی طرف راغب ہوں۔ بیوی کو چاہیے کہ جہاں وہ خدمت و اطاعت کے ذریعہ خاوند کا دل موہ لے وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے خاوند کے لئے اسراف وتبذیر سے ہٹ کر جائز حد تک آرائش وزیبائش بھی اختیار کرے تا کہ مرد اس کی طرف متوجہ ہو اور اس کا ذہن کسی دوسری عورت کی طرف نہ جائے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس سلسلے میں فرماتے ہیں:

انی اتذین لامرأتی کما تتزین لی [۴۶]

ترجمہ: میں اپنی بیوی کیلئے زیب وزینت اختیار کرتا ہوں جیسے کہ وہ میرے لئے زیب وزینت اختیار کرتی ہے۔

تاہم یہ چیز خاوند تک محدود رہے اور غیر مردوں کے سامنے یا گھر سے باہر حسن نمائی اور زینت کی نمائش حرام اور زہرِ قاتل ہے۔

۳۔ تربیت ونگہداشت اولاد

چھوٹا بچہ جب بڑا ہوتا ہے تو وہ معاشرہ کا ایک اہم فرد بنتا ہے اگر اس کی پرورش اور تربیت اچھی طرح کی گئی تو وہ ایک فعال اور کارآمد اکائی بنتا ہے ورنہ معاشرہ کے لئے فتنہ وفساد کا باعث بن کر لوگوں کی ناک میں دم کر دیتا ہے۔ لہذا عورت کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کی بہتر پرورش اور تربیت کرے تاکہ اولاد اس کے لئے دنیا کا سہارا اور آخرت کے اجروثواب کا باعث بنے۔ حضرت انسؓ رسول اکرمؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

من عال جاريتين حتى تبلغا جاء يوم القيمة انا وهو كهاتين وضم اصابعة (۴۷)

ترجمہ: جو شخص دو لڑکیوں کی پرورش کرے گا یہاں تک کہ وہ جوان ہو جائیں تو قیامت کے دن میں اور وہ اس طرح ہوں گے اور آپؐ نے دو انگلیاں ملا کر اشارہ فرمایا۔

دوسری جگہ حضرت ابن عباسؓ رسول اکرمؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

''جس کے ہاں بیٹا پیدا ہو جائے تو اسے چاہیے کہ اس کا اچھا سا نام رکھ دے اور اسے عمدہ ادب سکھائے اور جب بالغ ہو جائے تو اس کی شادی کرا دے۔''(۴۸)

۸۔ عفت وعصمت کی حفاظت:

عفت وعصمت عورت کا سب سے بڑا قیمتی سرمایہ ہے جس کی حفاظت اس کی ذمہ داری ہے۔ قرآن پاک میں اس کی حفاظت کی بڑی تاکید آئی ہے۔ ارشاد ہے:

وقل للمومنات يغضضن من ابصارهن و يحفظن فروجهن۔ (۴۹)

ترجمہ: آپؐ مومن عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

بے راہ روی کی پہلی سیڑھی نظر کا غلط استعمال ہے اس لئے حدیث میں ہے:

لعن الله الناظر و المنظور اليه (۵۰)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے دیکھنے والے پر اور جس کی طرف دیکھا جائے۔

عورتوں کو نامحرم مردوں کے ساتھ تنہائی میں ملنے سے ان الفاظ میں ممانعت کی گئی ہے۔

لايخلون رجل بامرة الاكان ثالثها الشيطان (۵۱)

ترجمہ: جب کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں ہوتا ہے تو ان دونوں کے درمیان شیطان آموجود ہوتا ہے۔

۵۔ مال خرچ کرنے میں اعتدال:

نان نفقہ خاوند کے ذمہ ہے مگر شریعت نے قانون مقرر کیا ہے کہ نان ونفقہ دیگر اخراجات خاوند کی مالی حیثیت کے مطابق ہوں گے۔ ارشاد ہے:

على الموسع قدره وعلى المقتر قدره (۵۲)

ترجمہ: مالدار پر اس کی طاقت کے مطابق ہے اور تنگدست پر اس کی طاقت کے مطابق۔

قرآن نے بتایا ہے کہ اسراف کرنے والے اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں اور بے جا اڑانے والے شیطان کے بھائی ہیں۔اس لئے عورت کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ خاوند کی حیثیت کے مطابق گھر کر خرچہ چلائے اور اس میں سے کوئی چوری نہ کرے نیز بناؤ سنگھار کے سامان اور نمود و نمائش کے لباس جیسا غیر ضروری اشیاء پر خاوند کا پیسہ خرچ نہ کرے تا کہ خاوند کو کسی کے سامنے دست سوال دراز کرنا نہ پڑے اور نہ ہی حلال کو چھوڑ کر حرام کے پیچھے پڑنے کا موقع آئے۔

حوالہ جات

۱۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا' ج ۱۹۔ص ۹۰۹۔۱۹۸۴ء ایڈیشن ۲۔ اسلام کا معاشرتی نظام از اصغر علی شاہ۔ص ۱۲۷' ۵۵۱۲۸

۳۔ اسلام کا معاشرتی نظام از اصغر علی شاہ۔ص ۱۲۷' ۵۵۱۲۸ ۴۔ بائبل۔گنتی۔ا۔کرنتھیون ۱۱۔۱۰

۵۔ بائبل استثناء ۲۴۔۱ ۶۔ منوسمرتی ۹:۷۷۔۸۱ ۷۔ الانعام:۱۴۰

۸۔ التکویر:۸۔۹ ۹۔ النحل:۵۸۔۵۹ ۱۰۔ انجیل۔متی ۱۹۔۶

۱۱۔ زم زم۔لاہور ۲۷۔اکتوبر ۱۹۵۲ء ۱۲۔ البقرۃ:۲۲۸ ۱۳۔ النساء:۱۲۴

۱۴۔ الأحزاب :۳۵ ۱۵۔ المائدہ:۳۸ ۱۶۔ النور:۲

۱۷: البقرۃ۔۲۲۸ ۱۸۔ خاتون اسلام۔ازمولانا وحید الدین خان۔ص ۵ ۱۹۔ ابوداؤد کتاب الادب

۲۰۔ بخاری' کتاب الادب/مسلم' کتاب البر ۲۱۔ مسلم' ابواب البر والصلۃ ۲۲۔ ترمذی وابوداؤد

۲۳۔ الأحزاب:۳۴ ۲۴۔ ابوداؤد' کتاب الادب ۲۵۔ ابن عبدالبر' جامع بیان العلم وفضلہ' ص ۱۰۷

۲۶۔ بخاری' کتاب النکاح ۲۷۔ بخاری' کتاب النکاح ۲۸۔ بخاری' کتاب النکاح' باب الشغار۔

۲۹۔ النساء:۴ ۳۰۔ جصاص: احکام القرآن' ج ۲ ص ۶۹ ۳۱۔ البقرۃ: ۲۳۳

۳۲۔ صحیح مسلم' کتاب الحج ۳۳۔ النساء: ۱۹ ۳۴۔ ترمذی' ابواب البر والصلۃ

۳۵۔ ترمذی' ابواب البر والصلۃ ۳۶۔ النساء: ۳۲ ۳۷۔ امام فخر الدین رازی' تفسیر کبیر ج ۳ ص ۱۷۹

۳۸: النساء:۷ ۳۹۔ علامہ رشید رضا مصری: تفسیر المنار' ج ۴ ص ۴۰۶ ۴۰۔ التوبۃ :۷۱

۴۱۔ المرغینانی: ھدایۃ' ج ۳ ص ۱۴۰ ۴۲۔ النساء:۲۰ ۴۳: فتح الباری' ج ۹ ص ۱۶۱

۴۴۔ ترمذی' ابواب البر ۴۵۔ ابونعیم' حلیۃ الاولیا' ۴۶۔ تفسیر قرطبی' ج ۳' ص ۱۲۳

۴۷۔ مسلم' کتاب الادب ۴۸۔ مشکوۃ: ج ۲ ص ۱۷۰ ۴۹۔ النور:۳۱

۵۰۔ البیہقی' فی شعب الایمان ۵۱۔ مشکوۃ' ص ۲۶۹ ۵۲۔ البقرۃ:۲۳۶

جناب شفیق الدین فاروقی

دارالعلوم کے شب وروز

حضرت مولانا سمیع الحق کی رہائش گاہ پر ضلع نوشہرہ کے علماءؑ وعمائدین علاقہ کا کامیاب کنونشن:

جمعیت علماءؑ اسلام اور دفاع افغانستان و پاکستان کونسل کے سربراہ مولانا سمیع الحق نے کہا ہے کہ امریکہ' اسرائیل اور بھارت کی ٹرائیکا پاکستان کا اسلامی تشخص مٹانے کے درپے ہیں جبکہ پاکستان واحد ملک ہے جو اسلام کے نام پر وجود میں آیا اور اب اس کے اسلامی تشخص کو تباہ کرنے کی کسی کو اجازت نہیں دی جاسکتی۔ سیکولر اور لادینی قوتوں سے آخری دم تک جہاد جاری رہے گا اور پاکستان کو حقیقی معنوں میں اسلام کا قلعہ بنایا جائے گا۔ مولانا سمیع الحق یہاں اپنی رہائش گاہ کے وسیع سبزہ زار میں جمعیت علماءؑ اسلام کے کنونشن سے خطاب کررہے تھے جو چاروں صوبوں میں ہر ضلع میں منعقد کی جارہی ہیں کنونشن کی صدارت مولانا سید شیر علی شاہ مدنی نے فرمائی اور سینکڑوں علماءؑ اور کارکن اس میں شریک ہوئے۔ جے یو آئی کے مرکزی رہنما مولانا حامد الحق حقانی' جے یو آئی پنجاب کے جنرل سیکرٹری مولانا سیف الرحمان درخواستی' مولانا عبدالخالق ' مولانا میاں محمد نقشبندی اسلام آباد' مولانا عبدالرؤف فاروقی لاہور' مولانا حافظ حسین احمد' مولانا انوار الحق نائب مہتمم جامعہ حقانیہ' سید نثار اللہ باچا' مولانا مفتی معین الدین مردان' مولانا سید شیر علی شاہ' مولانا سید محمد یوسف شاہ' اکوڑہ خٹک 2 کے ناظم عبدالرحمان عابد' حاجی سردار حسین و دیگر علماءؑ اور عوامی نمائندوں نے بھی خطاب کیا۔ مولانا سمیع الحق نے پاکستان اور مسلمانوں کو درپیش چیلنجوں اور امریکہ کی طرف سے پاکستان کی آزادی اور خودمختاری میں آئے دن مداخلت پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور پوری قوم سے مکمل ہم آہنگی اور یکجہتی قائم رکھ کر ان حالات کا مقابلہ کرنے پر زور دیا۔ مولانا سمیع الحق نے فلسطین اور کشمیر کے علاوہ اب پورے بھارت میں مسلمانوں کے قتل عام کی شدید مذمت کرتے ہوئے اسلامی ممالک کے حکمرانوں سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ بھارت اور اسرائیل کے خلاف سخت قدم اٹھائیں۔ مولانا سمیع الحق نے کہا کہ الحمدللہ تمام دینی جماعتوں میں مکمل ہم آہنگی ہے اور آنے والے حالات کا سامنا مشترکہ طور پر کیا جائے گا۔ اس سلسلہ میں متحدہ مجلس عمل اور دفاع پاکستان وافغانستان کونسل کے پلیٹ فارموں پر تمام دینی جماعتیں اور قوتیں منظم ہیں۔ قائد جمعیت مولانا سمیع الحق نے روالپنڈی میں امام بارگاہ کے حادثہ پر شدید غم وغصہ کا اظہار کیا اور اسے قوم کی یکجہتی تباہ کرنے کی ایک گہری سازش قرار دیا اور کہا کہ حکومت اگر اصل مجرموں کو کیفر کردار تک نہ پہنچا سکی تو اسے دینی قوتوں کو مزید تباہ کرنے کے لئے ایک سازش سمجھا جائے گا۔ مولانا عبدالرؤف فاروقی لاہور نے ضلع نوشہرہ کے عوام کو ہمیشہ حق کا ساتھ دینے پر خراج تحسین پیش کیا۔ مولانا عبدالخالق اور مولانا میاں محمد

نقشبندی اسلام آباد نے کہا کہ اکابرین کا مشن اب نوجوان اور پرعزم خون نے آگے بڑھانا ہے جن کا ہم نے ہر صورت میں ساتھ دینا ہوگا۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا سید شیر علی شاہ مدنی نے اپنے صدارتی دعائیہ کلمات میں کہا کہ افغان طالبان اور عرب شہداء کا خون رائیگاں نہیں جائے گا اس کے اثرات پورے عالم اسلام پر انقلابی صورت میں مرتب ہوں گے۔ مولانا نے کنونشن کے منتظم مولانا حامد الحق حقانی کو ضلع نوشہرہ کے علمأ اور دیندار عوام کا نمائندہ کنونشن کامیاب بنانے پر خراج تحسین پیش کرتے ہوئے جمعیت کے پلیٹ فارم پر ان کا ہر ممکن ساتھ دینے کا اعلان کیا۔ حضرت مولانا سیف الرحمان درخواستی نے کہا کہ پاکستانی قوم نے فیصلہ دینا ہوگا کہ وہ حق و باطل کی جنگ میں کس کا ساتھ دیں گے؟ مولانا سید محمد یوسف شاہ، حاجی سردار حسین، اکوڑہ خٹک 2 کے ناظم عبدالرحمان عابد نے اپنی اپنی تقاریر میں قائد جمعیت کا جمعیت علمأ اسلام اور دفاع افغانستان و پاکستان کونسل کے پلیٹ فارم پر عظیم خدمات کو سراہتے ہوئے کہا کہ قائد جمعیت ضلع نوشہرہ کے ساتھ ساتھ ملک کے کسی بھی حصے میں قربانی کا کردار ادا کرنے کا حکم دیں گے تو ہم اس گلستان کی آبیاری اپنے خون سے کریں گے۔ کنونشن میں آنے والے انتخابات کا ہر پہلو پر جائزہ لیا گیا اور ملک بھر کے رہنماؤں اور کارکنوں کو انتخابات کی بھرپور تیاری کی ہدایات اور ضلعی تنظیموں کو فعال بنانے کی ضرورت پر زور دیا گیا۔ رکنیت سازی کی مہم کو بھی تیز تر بنانے کا فیصلہ ہوا۔ قراردادوں میں امریکی کانگریس کی کاروائیوں اور تحفظ ناموس رسالت کے ترامیم کے بارے میں سفارشات پر شدید احتجاج اور اسے پاکستان کی خودمختاری اور دین اسلام میں صریح مداخلت قرار دیا گیا اور حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ امریکہ سے اس بارے میں پرزور احتجاج کرے۔ آئین کی روح کو آئے دن ترامیم سے مسخ کرنے کی شدید مذمت کی گئی ہندوستان میں مسلمانوں پر جاری بربریت پر شدید احتجاج کیا گیا اور قوم سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ ہر جمعہ کو اسرائیل اور بھارت کے خلاف یوم مذمت کے طور پر منائیں۔ پاکستانی سرحدات پر بھارتی افواج کے اجتماع پر بھی احتجاج کریں۔ ایک قرارداد میں تمام سیاسی سرگرمیوں پر پابندی اٹھانے اور امریکہ کی مزید سپورٹ کو ختم کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ اسلامی دفعات 63 - 62 پر پورے اترنے والے امیدواروں کے لئے انتخابات کو صاف و شفاف بنایا جائے۔ گریجویشن کی شرط کو چند برس بعد نافذ العمل کیا جائے۔ کنونشن نے ایک قرارداد کے ذریعہ ضلع نوشہرہ اور خصوصاً اکوڑہ خٹک کے بنیادی مسائل نوجوانوں کے لئے ذہنی و جسمانی نشوونما کے لئے فوری اسٹیڈیم کے قیام اور حل کا مطالبہ بھی صوبائی حکومت سے کیا۔ کنونشن کے شرکاء نے پرزور نعروں سے قائدین کا استقبال کیا۔ کنونشن میں کئی خوش الحان شاعروں نے نظمیں بھی سنائیں۔ کنونشن کے آخر میں دعوت طعام کے بعد شرکاء نے اجتماعی نماز ظہر ادا کی۔ کنونشن کی اجتماع گاہ میں میلہ کا سا سماں تھا۔

دارالعلوم کے سہ ماہی امتحانات کا انعقاد:

گزشتہ ہفتے دارالعلوم میں سہ ماہی امتحانات کا انعقاد کیا گیا۔ امتحانات ایوان شریعت دارالحدیث میں ایک

ہفتہ اساتذہ کرام اور حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ نائب مہتمم کی خصوصی نگرانی میں جاری رہے۔ طلبہ نے کافی محنت اور شوق کے ساتھ پرچے دیئے۔ اور امتحانات کے نتائج کے کارڈ بھی جلد ہی طلباء کے والدین اور بزرگوں کے نام گھروں پر بھیج دیئے جائیں گے۔ تاکہ انہیں اپنے عزیز اقارب کی تعلیمی استعداد کے بارے میں آگاہی حاصل ہو۔

حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کا دورہ کراچی:

گزشتہ دنوں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے کراچی کا جماعتی دورہ کیا آپ نے وہاں پر متحدہ مجلس عمل کے ریفرنڈم کے خلاف منعقدہ تاریخی جلسے سے خطاب فرمایا اس کے علاوہ کئی جماعتی پروگراموں میں بھی شرکت کی۔ بعد میں آپ نے حضرت مولانا مفتی رشید احمد قدس سرہ العزیز کے تعزیت کے لئے دارالاشاد تشریف لے گئے او روہاں پر آپ نے علماء وطلباء سے خطاب بھی فرمایا۔ پھر آپ دارالعلوم کراچی بھی تشریف لے گئے اور وہاں پر حضرت مولانا محمد رفیع عثمانی مدظلہ اور حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ اور دیگر علماء سے تفصیلی ملاقات بھی کی بعد میں آپ نے دارالعلوم کراچی کے کئی اہم شعبوں کا دورہ بھی کیا۔

حضرت مہتمم صاحب کی چچی اور حاجی احتشام الحق حقانی کی والدہ کی رحلت:

یکم محرم الحرام ۱۴۲۳ھ بروز ہفتہ کو حضرت شیخ الحدیثؒ کے بھائی حضرت نور الحقؒ کی اہلیہ محترمہ جو کہ حضرت مولانا سمیع الحق اور مولانا انوار الحق کی چچی اور حاجی احتشام الحق، ضیاء الحق، عطاء الحق، مولانا حافظ اکرام الحق کی والدہ ماجدہ تھیں، طویل علالت کے بعد تقریباً ۶۳ سال کی عمر میں انتقال فرما گئیں۔ مرحومہ کو حضرت شیخ الحدیثؒ کے آبائی قبرستان اکوڑہ خٹک میں سپرد خاک کردیا گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ قارئین سے دعا کی درخواست ہے۔

مولانا سلمان الحق کے لئے دعائے صحت کی اپیل:

حضرت مولانا انوار الحق نائب مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے بڑے فرزند مولانا حافظ سلمان الحق کی گزشتہ دنوں پھسلنے کے باعث ٹانگ ٹوٹ گئی۔ اور ایک بڑے آپریشن کے بعد آج کل صاحب فراش ہیں۔ قارئین الحق سے ان کی صحت یابی کے لئے خصوصی دعاؤں کی درخواست کی جاتی ہے۔ نیز ان تمام علماء طلباء اور متعلقین کے بھی ہم نہایت ممنون ہیں جو اس موقع پر عیادت کے لئے تشرف لائے۔ یا بذریعہ فون یا خطوط کے ذریعے اپنی ہمدردی کا اظہار کیا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو درجات عالیہ سے نوازے۔

﴿ شائقین علم کے لئے ایک نادر تحفہ ﴾

ہزارہ سوسائٹی آف سائنس ریلجن ڈائیلاگ، اسلام اور سائنس کے مختلف پہلوؤں پر ایک سہ ماہی رسالہ "Science Religion Dialogue" شائع کر رہی ہے۔ اپنی کاپی کیلئے 20 روپے کے ٹکٹ بھیجئے اور بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک حاصل کیجئے۔ رابطہ کیلئے: پروفیسر عبدالماجد، چیئرمین HSSRD ماڑی خان خیل، مانسہرہ P.Code 21340

مولانا محمد ابراہیم فانی

تعارف وتبصرہ کتب

کتاب: ایضاح المقال فی رویۃ الھلال تصنیف: مولانا نور محمد وزیرستانی ترتیب: مولانا تاج محمد حقانی
ضخامت: ۷۰ صفحات ناشر: دار العلوم وزیرستان وانا

....

رویت ہلال کے مسئلہ پر مختلف زبانوں میں کئی چھوٹی اور بڑی کتابیں معرض وجود میں آئی ہیں اور آج تک یہ سلسلہ جاری ہے مگر ہمارے یہاں پاکستان اور پھر بالخصوص صوبہ سرحد میں عید الفطر اور رمضان کے موقع پر اس نے ایک تشویشناک صورتِ حال اختیار کی ہے اور نوبت یہاں تک آ پہنچی ہے کہ تین تین دن تک عیدیں منائی جاتی ہے۔ ایک گاؤں میں ایک دن عید تو دوسرے گاؤں میں دوسرے دن عید بلکہ ایک ہی گاؤں اور قصبہ کے مختلف محلوں میں کہیں عید اور کہیں روزہ۔ اسی تناظر اور پس منظر میں مولانا نور محمد صاحب سابق ایم این اے وانا جنوبی وزیرستان نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں کہ ''......دوران گفتگو مولانا فضل الرحمان صاحب نے فرمایا کہ میرا ارادہ ہے کہ صوبہ سرحد اور ملحقہ قبائلی علاقہ جات کے علمأ کا ایک اجلاس مولانا نصیب علی شاہ صاحب کے مرکز اسلامی میں طلب کیا جائے تا کہ اس مسئلہ پر شرعی قواعد وضوابط کے تحت متفقہ موقف اختیار کیا جا سکے۔ اور اگر حکومت کو تجاویز دینے کی ضرورت محسوس کی گئی تو وہ بھی مرتب کی جا سکیں۔ مولانا صاحب نے تجویز پیش کی کہ مندرجہ ذیل موضوع پر تحقیق کی جائے کیا حاکم یا اس کا نائب یعنی قاضی یا مجاز علماء کی کمیٹی یا قاضی کے قائمقام عالم ثقہ (جہاں قاضی نہ ہو) کی موجودگی میں اس کے دائرہ اختیار یعنی حدود ولایت کے اندر کسی غیر مجاز کمیٹی کے علماء کو اجتماعاً یا انفرادی چاند نظر آنے کی شہادت لینے اور اس پر رمضان اور عید کے حکم عام کرنے کی شرعاً اجازت ہے ساتھ ہی مجھ سے یہ بھی فرمائش کی کہ آپ اس موضوع پر ٹھوس حقائق جمع کرلیں تا کہ مجوزہ میٹنگ میں اس پر بحث کی جا سکے۔ باوجود کم علمی کے میں نے یہ ذمہ داری قبول کرلی اور یہی وہ باعث ہے جس کے پیش نظر میں نے رسالہ ھذا کی تصنیف کے لئے قلم اٹھایا......اس تالیف کی ابتداء میں بطور مقدمہ چند بنیادی اور فقہی نقطہ نگاہ سے متفق علیہ حقائق کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں جس میں شرعاً قاضی کی پہچان اس کے اختیارات اور متعلقہ امور شامل ہوں مفتی اور مطلق عالم کی وضاحت ہو فتویٰ دینے کی اہلیت کا تذکرہ ہو۔ نیز از روئے شریعت شہادت کی ادائیگی کے بھی شرائط اور خبر صادق کے بارے میں چند اصول قواعد کا احاطہ کیا گیا ہے یہ اس لئے کہ رویت ہلال اور عیدین کی بنیاد ہی یہی ہے۔'' اپنے موضوع پر تحقیق کے اعتبار سے کتاب انتہائی جامع معلومات افزاء اور مفید ہے جس میں اہم فتاویٰ کی کتابوں سے حوالہ جات پیش کئے گئے ہیں اور امید ہے عامۃ المسلمین کے ساتھ ساتھ اس کتاب سے علماء کے لئے بھی استفادہ کی کافی گنجائش موجود ہے بالخصوص ارباب افتاء کیلئے۔ زیر نظر کتاب کی ترتیب آپ کے فرزند مولانا تاج محمد حقانی نے دی ہے۔

سوانح افکار: قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ مرتب: مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
ضخامت: ۴۰۰ صفحات قیمت: ۱۵۰ روپے
ناشر: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

سفیر اسلام حضرت مولانا قاضی احسان احمد صاحب شجاع آبادیؒ مجلس احرار اسلام کے ان عظیم رہنماؤں میں سے تھے جنہوں نے قادیان کی نبوت کا ذبہ کا ناطقہ بند کیا تھا اور اس فتنہ کبریٰ کے خلاف آپ نے حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے ساتھ مل کر انتہائی اہم کردار ادا کیا تھا۔ مجلس احرار اسلام نے برصغیر میں ایسے نامور آتش نوا اور شعلہ بیان خطیب متعارف کرائے جن کے سحر میں ایک دنیا دیر تک گرفتار رہے گی اور واقعہ یہ ہے کہ رزمی خطابت میں احرار اسلام کے خطباء کی نظیر نہیں ملتی۔ اسی قافلہ سخت جان کے ایک فرد فرید قاضی احسان احمد صاحب شجاع شبادی مرحوم تھے۔

مولانا محمد اسماعیل صاحب شجاع آبادی نے زیر تبصرہ کتاب میں آپ کے سوانح حیات اور افکار کا احاطہ کیا ہے۔ کتاب چھ ابواب پر مشتمل ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔ باب اول سوانح احسان، باب دوم نگارشات احسان، باب سوم مکتوبات احسان، باب چہارم خطبات احسان، پنجم پریس کا خراج تحسین، باب ششم منظوم خراج عقیدت۔

بلاشبہ یہ کتاب سیرت وسوانح کی دنیا میں ایک بہت ہی قیمتی اضافہ ہے اور علمی دنیا میں اس کی خاطر خواہ پذیرائی ہونی چاہیے۔ کیونکہ اکابرین کی سیرت وسوانح میں زندگیاں سنوارنے کے لئے بہت ہی سامانِ نصیحت د موعظمت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرتب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ جنہوں نے یہ ارمغان تیار کیا۔

کتاب: فتنہ قادیانیت کو پہچانیئے ترتیب وتدوین: محمد طاہر رزاق ضخامت: ۴۸۰ صفحات
قیمت: ۱۵۰ روپے ناشر: عالمی مجلس ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان۔

جناب محمد طاہر عبدالرازق صاحب نے قادیانیت اور فتنہ مرزائیت کا جس علمی انداز میں تعاقب کیا ہے اور قلمی میدان میں ان کا مکروہ چہرہ جس طرح بے نقاب کیا یہ انہی کا حصہ ہے۔ زیر تبصرہ کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس میں آپ نے مختلف حضرات کے قادیانیت اور مرزائیت کے خلاف منتخب مضامین یکجا کر کے ایک انتہائی قیمت دستاویز تیار کی ہے جس کے مطالعہ سے اس شجرہ خبیثہ کے متعلق ان کی حقیقت قاری کے سامنے کھل جاتی ہے۔

بظاہر مرزائی ہمارے مسلمانوں کی طرح نماز پڑھتے ہیں اور قرآن پڑھتے ہیں۔ انکی مسجدیں ہیں اور وہ تمام شعائر اسلامیہ جو مسلمانوں کے ہیں۔ یہ لوگ بھی انہیں شعائر سے استفادہ کرتے ہیں اسلئے عامۃ المسلمین ان سے دھوکہ کھاتے ہیں کہ یہ لوگ کیسے کافر ہیں۔ اس ضمن میں شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی مرحوم کا مضمون مسلمان کی تعریف انتہائی اہم ہے۔ (ص ۱۶۸) ضرورت اس بات کی تھی کہ عام فہم انداز میں انکے اس دجل کا پردہ چاک کیا جائے چنانچہ جناب محمد طاہر عبدالرازق صاحب زیر تبصرہ کتاب میں اپنی اس کوشش میں کافی حد تک کامیاب نظر آتے ہیں۔

نئی صدی، نئی سوچ، نیا انداز

آپ کا پسندیدہ مشروب

رُوح افزا

خوب صورت اور مضبوط، ٹوٹ پھوٹ سے محفوظ

'PET' بوتل

میں دستیاب ہے

اور ہاں! ہر 'PET' بوتل میں 50 ملی لیٹر زیادہ رُوح افزا بھی

راحتِ جاں
رُوح افزا
مشروبِ مشرق

ہمدرد

مدینۃ الحکمہ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔
آپ ہمدرد دوست ہیں۔ اعتماد کے ساتھ مصنوعاتِ ہمدرد خریدتے ہیں۔ جائز منافع بین الاقوامی شہرِ علم و حکمت کی تعمیر میں لگ رہا ہے۔ اس کی تعمیر میں آپ بھی شریک ہیں۔

ہمدرد کے متعلق مزید معلومات کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کیجیے:
www.hamdard.com.pk

Adarts-HRA-5/2001

پروفیشنل اور تجربہ کار ٹاؤن پلانرز کے زیر نگرانی عظیم الشان رہائشی منصوبہ جات

اسلام آباد موٹروے سٹی جماعت اسلامی کے مجوزہ مرکز **قرطبہ سٹی** اور تعمیرِ ملت ایجوکیشن سٹی (شفا انٹرنیشنل ہسپتال اسلام آباد) کے درمیان اور نیو انٹرنیشنل اسلام آباد ایئرپورٹ اور بین الاقوامی شاہراہ **موٹروے** کے قریب واقع ہے۔

بکنگ جاری ہے

اسلام آباد موٹروے سٹی

(خیبر بلاک)

سائز پلاٹس			
رہائشی پلاٹس	5 مرلہ	10 مرلہ	1 کنال
زرعی فارم	5 کنال	10 کنال	20 کنال

کمرشل پلاٹس	
سائز 20x10	نقد ادائیگی پر رعایتی قیمت 30 ہزار روپے
سائز 30x12	نقد ادائیگی پر رعایتی قیمت 50 ہزار روپے

قیمت اور طریقہ ادائیگی		
قیمت	ایڈوانس	ماہانہ قسط
10,000 روپے فی مرلہ	1,000 روپے فی مرلہ	100 روپے فی مرلہ
رجسٹری	کل قیمت کا نصف یکمشت ادا کرنے پر 15 دن میں رجسٹری	
نوٹ	کارنر اور ڈبل روڈ فیسنگ پلاٹ پر دس فیصد زائد قیمت	

5 مرلہ، 7 مرلہ اور 10 مرلہ کے پلاٹس پر رہائشی مکان تعمیر کر کے آسان اقساط پر فروخت کئے جائیں گے۔ (ان شاء اللہ)

بلاشبہ سود کھانا اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے جنگ کرنے کے مترادف ہے

خوشخبری

الاتحاد کارپوریشن ایک کاروباری ادارہ ہے جو

سود سے پاک سرمایہ کاری

کرنے کا پابند ہے۔ بورڈ آف ڈائریکٹرز نے فیصلہ کیا ہے کہ **اسلام آباد**، **راولپنڈی** اور **مضافات** میں سستی اراضی خرید کر مختلف رہائشی منصوبہ جات یعنی رہائشی کالونیز، کمرشل مارکیٹس کی تعمیر، زرعی زمینوں، فلیٹس اور مکانات کی خرید و فروخت میں سرمایہ کاری کرے اور سود کی لعنت سے چھٹکارا چاہنے والے مسلمانوں کو بھی سرمایہ کاری کا موقع بھی فراہم کیا جائے اور پہلے سے جاری شدہ منصوبہ جات میں نفع و نقصان کی بنیاد پر حصہ داری کیلئے کم قیمت کے شراکتی حصص جاری کئے جائیں۔ بورڈ آف ڈائریکٹرز کے فیصلہ کے مطابق

کم قیمت کے شراکتی حصص

جاری کئے جا رہے ہیں ۔لہذا

حلال محفوظ اور سود کی ملاوٹ سے پاک سرمایہ کاری

شیئرز خود بھی خریدیئے اور اپنے احباب کو دعوت دیجئے!

- بنیادی طور پر کم از کم **10** شیئرز خریدنے کی درخواست دی جا سکتی ہے۔
- خواہشمند خواتین و حضرات درج ذیل پتہ سے درخواست فارم **مفت** منگوا سکتے ہیں۔
- سال کے اختتام پر مکمل حساب پیش کر کے منافع شیئر ہولڈرز میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ شرح منافع **20** سے **30** فیصد تک متوقع ہے۔
- کارپوریشن **15** دن کے اندر اندر حصص سرٹیفکیٹس جاری کرنے کی پابند ہوگی۔
- شیئرز قابل فروخت اور قابل انتقال ہونگے لیکن کارپوریشن کو مطلع کرنا ضروری ہوگا۔
- فیصلہ قرآن و سنت کے مطابق کیا جائے گا۔

مزید تفصیلات کے لئے:

الاتحاد کارپوریشن

7۔ دبئی پلازہ سکستھ روڈ چوک، مری روڈ، راولپنڈی

ڈرافٹ بنام اکاؤنٹ نمبر 69-4137 حبیب بنک رحمٰن آباد برانچ مری روڈ راولپنڈی

محمد نصیر خان مروت
چیف ایگزیکٹو

فون: 051-4581451 موبائل: 0333-5111385 ای میل: al_ittehad@hotmail.com

Designed by: SUTOOR Grafix: 0303 - 651 39 66

Regd No. P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak

معاونین جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے ایک ضروری

اپیل

محترم ! دارالعلوم حقانیہ کی علمی، ملی و دینی ہمہ گیر خدمات سے بحمدللہ آپ بخوبی واقف ہیں اور موجودہ پُرفتن دور میں ایسے مرکز علوم رسالت کی اہمیت وضرورت بھی آپ پر مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دعوت وتبلیغ، تعلیم وتدریس، اصلاح وارشاد اور جہاد کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی ذمہ داری ملک و بیرون ملک فضلائے حقانیہ نے نہ سنبھالی ہو۔ صرف ایک جہاد افغانستان کو لیجئے تو دارالعلوم کے ہزاروں فضلاء اور طلباً نے اس صدی کے عظیم جہاد میں قائدانہ کردار ادا کیا جو تمام معاونین کے لئے تا قیامت صدقہ جاریہ بن رہا ہے۔

جامعہ حقانیہ اپنے تمام ترقی پذیر شعبوں میں خطیر مصارف (جوکہ تعمیراتی اخراجات کے علاوہ سالانہ واجبی مصارف سوا کروڑ سے متجاوز ہیں) کا محتاج ہے جبکہ دارالعلوم حکومتوں کے تعاون سے بھی بالکل بے نیاز ہے اور نہ ہی اس کے باضابطہ مستقل سفراء ہیں، صرف اور صرف آپ جیسے حساس دردمند اہل خیر معاونین کے مالی تعاون سے یہ سارا کارخانہ علوم نبوت چل رہا ہے۔ جس میں ڈھائی ہزار تک طلباً علوم نبویہ سے ہر سال مستفید ہوتے ہیں۔ ایسے نازک وقت میں آپکی توجہات کی مزید شدت سے ہمیں ضرورت ہے کہ خود اور اپنے زیر اثر حلقہ احباب واہل خیر میں بھی دارالعلوم کے مالی تعاون کے لئے سعی فرمائیں اور اللہ کے دین کے فروغ اور حق کی بالادستی کے لئے کوشاں اس ادارہ کی پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہر ممکن تعاون اور سرپرستی سے ممنون فرمائیں۔ **واجرکم علی اللہ۔**

ترسیل زر کا پتہ

(مولانا) سمیع الحق
مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

اکاؤنٹ نمبرز: یو بی ایل اکوڑہ خٹک 7 -01   نیشنل بینک اکوڑہ خٹک 5 - 17
مسلم کمرشل بینک جہانگیرہ 721

Email: haqqania@nsr.pol.com.pk (OR) haqqania@hotmail.com